188600

٩٢٧
ن - ص

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188600
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ۹۴۷ Accession No. ۱۴۲۵۱ 14251

Author ن - س نہرو

Title ساحت روس

This book should be returned on or before the date last marked below.

(جملہ حقوق بحق پبلشر محفوظ ہیں)

سیاحتِ روس

از

پنڈت جواہر لال نہرو

روس کے انتظامِ حکومت کے متعلق اظہارِ خیالات

پبلشرز

لاجپت رائے اینڈ سنز تاجران کتب

لوہاری گیٹ لاہور

بار سوئم سنہ ۱۹۴۰ء قیمت ایک روپیہ

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضامین	صفحہ
۱	دیباچہ	۴
	باب اوّل	
۲	معلوماتِ روس کا اشتیاق	۹
	باب دوم	
۳	ماسکو کا سفر	۱۴
	باب سوم	
۴	ماسکو کے مناظر	۲۳
	باب چہارم	
۵	سوویٹ طرزِ حکومت	۳۱
	باب پنجم	
۶	سوشلسٹ سوویٹ جمہوریتوں کی زمین	۴۰
	باب ششم	
۷	روس کے متعلق چند کتابیں	۴۷
۸	باب ہفتم۔ لینن	۵۳
	باب ہشتم	
۹	اور کتابیں	۶۶
	نواں باب	
۱۰	کاشتکاری	۷۶
	دسواں باب	
۱۱	تعزیری قانون	۸۱
	گیارھواں باب	
۱۲	جیل خانہ	۸۸
	بارھواں باب	
۱۳	اقلیتوں کا مسئلہ	۹۸
	تیرھواں باب	
۱۴	تعلیم	۱۰۵
	چودھواں باب	
۱۵	کاشتکاری اور زمین	۱۲۲
	پندرھواں باب	
۱۶	عورتیں اور شادیاں	۱۳۳
	سولھواں باب	
۱۷	روس اور ہندوستان	۱۵۰

ساکنانِ روس کی قسمت میں اب کچھ غم نہیں
نوجوانوں کے لئے جنت سے ہرگز کم نہیں

دیباچہ

(از مصنّف)

یہ مضامین ہندوستان کے مختلف اخبارات میں شایع ہوئے تھے جن میں سے اکثر مدراس کے اخبار ہندو میں نکلے تھے۔ اور تعلیم کے متعلق ایک مضمون اخبار رینگ انڈیا میں اور بعض مضامین دوسرے اخبارات میں چھپے تھے۔ بڑے تامل اور پس و پیش کے بعد میں نے انہیں کتابی صورت میں شایع کیا۔ عام ناظرین کی نسبت میں بہتر جانتا ہوں۔ کہ ان مضامین میں کیا کچھ کوتاہیاں ہیں۔ اور وہ کس قدر انمل بے جوڑ باتیں ہیں۔ جو سرسری طور پر لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے بعض مضامین ریلوے ٹرینوں میں سفر کرتے ہوئے لکھے گئے اور سچ یہ ہے۔ کہ یہ سب کے سب چلتے چلاتے میری دوسری قسم کی سرگرمیوں کے دوران میں قلمبند کئے گئے ہیں۔ جن میں میرے وقت کا بڑا حصّہ صرف ہُوا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں۔ کہ سوویٹ روس کی ہردم تبدیل ہونے والی اور پیچیدہ حالتوں کے لکھنے کے لئے کوئی ایسا شخص ہونا چاہیئے۔ جو بہت بڑی واقفیت اور کسی قدر دلیری رکھتا ہو مجھے اِس قسم کی زیادہ واقفیت رکھنے کا دعویٰ نہیں ہے اور اگرچہ میری یہ عادت

ہے۔ کہ میں اس میدان میں چھلانگ لگا دیتا ہوں۔ جہاں قدم رکھتے ہوئے دانش مند آدمی گھبراتے ہیں۔ تاہم میرا دعویٰ نہیں ہے کہ میں نے روس کی خوبیاں بیان کر دی ہیں۔ یا یہ کہ جو کچھ واقعات وہاں گزرے ہیں۔ اُنکی مذمت کی جائے۔ سوویٹ روس کے حالات کا مطالعہ میرے لئے نہائیت جاذب توجہ رہا ہے۔ بے شمار اصحاب نے وہاں کے متعلق مجھ سے حالات دریافت کئے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اس ملک کی حالتوں کے متعلق واقفیت حاصل کرنے کے لوگ کس قدر شائق ہیں مضامین کا بے جوڑ سلسلہ جن میں بہت سی کوتاہیاں ہیں۔ اور کئی باتوں کا اعادہ بھی کیا گیا ہے حقیر ذاتی معلومات اور کم و بیش مطالعہ کتب پر مبنی ہے۔ یہ شائقین کو بمشکل مطمئن کر سکے گا۔ لیکن ان سے ان لوگوں کے چند سوالات کا جواب مل جائے۔ جو اس معاملہ میں مزید تحقیقات کرنا چاہتے ہیں۔ اور مکمل علم حاصل کرنے کی تمنا رکھتے ہیں۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اس کتاب کے سامنے رکھنے کا مجھے حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ پریزیڈنٹ وڈراف ولسن نے ۱۷ دسمبر ۱۹۱۷ء کو امریکہ کی کانگرس کو خطاب کرتے ہوئے کہا تھا:-

"بنی نوع اِنسان کی آوازیں جو کرۂ ہوائی میں گونج رہی ہیں۔ میرے ساتھ آپ بھی انہیں سنتے ہیں۔ روز بروز یہ آوازیں زیادہ بلند۔ زیادہ واضح اور زیادہ وسیع ہو رہی ہیں۔ اور وہ ہر جگہ کے انسانوں کے دلوں سے نکل رہی ہیں۔"

زمانہ حال کے روس کے مطالعہ کرنے والے کو نوع اِنسان کی

بھی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ یہ عامتہ الناس کی آوازیں ہیں۔ جو ہمیشہ زیادہ بلند اور پُرزور ہوتی جاتی ہیں۔ اور مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے۔ کہ ہر ایک ملک میں ان کی گونج سنائی دیتی ہے۔ جنگ سے تنگ آئی ہوئی دنیا نے ان آوازوں کو سُنا۔ پریزیڈنٹ ولسن نے بھی ان کو سُنا۔ اپنے شہرہ آفاق ۱۴ اصولوں کا حوالہ دیتے ہوئے (افسوس ہے کہ اب اصولوں کا کہیں پتہ نہیں) ان سے سویٹ روس اور جرمنی کے مابین گفتگوئے صلح کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا۔

روسی نمائندوں نے مناسب طور پر نہائیت دانائی اور زمانہ حال کی حریت کی سچی سپرٹ میں اس بات پر زور دیا کہ جرمن اور ترکوں کے ساتھ جو وہ صلح کی کانفرنس کر رہے ہیں وہ مخفی طور پر نہ ہو۔ بلکہ کھلے دروازے چنانچہ جیسا کہ ان کی خواہش تھی۔ تمام دُنیا نے اس بات چیت کو سُنا۔

لیکن ایک ایسی آواز ہے۔ جو اصول اور مقصد کی توضیح کے لئے پُکار رہی ہے۔ جو میری رائے میں دنیا بھر کی آوازوں سے زیادہ دردناک اور دل ہلانے والی ہے۔ اور وہ روسیوں کی آواز ہے۔ وہ ہم سے مطالبہ کرتے ہیں۔ کہ ہم ظاہر کر دیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں۔ اور کس کس بات میں ہمارا مقصد اور ہماری سپرٹ ان کے مقصد اور سپرٹ سے مختلف ہے۔ اور میں باور کرتا ہوں کہ باشندگانِ امریکہ یہ خواہش کریں گے۔ کہ میں ان سے کہدوں کہ ہم ان کی آواز کا جواب نہائیت صدق دلی سے بلے لاگ طور پر دیں گے۔ روسیوں کے موجودہ لیڈر اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں

مگر ہماری دلی خواہش یہ ہے کہ کوئی ایسا راستہ نکلے کہ ہم روسیوں کو ان کی آزادی اور امن حاصل کرنے میں مدد دینے کا فخر حاصل کرسکیں اور ۱۴ اصولوں میں سے اتحادی طاقتوں کی حقیقی آزمائش چھٹے اصول کے عملدرآمد پر مبنی ہے ؂

تمام روسی علاقہ کو اتحادی فوجوں سے خالی کرنے اور روس کے تمام متعلقہ مسائل کا اس طور سے حل کرنا کہ اسے اپنی آزادانہ سیاسی اور قومی پالیسی قائم کرنے کا بے روک ٹوک موقع ملنے میں دنیا کی دوسری قومیں اس کے ساتھ کھلے دل سے بہترین تعاون کریں اور آزاد اقوام عالم کی سوسائٹی میں تہِ دل سے اس کا خیرمقدم کرنے کا یقین دلائیں اور اُسے آزادی دیں۔ کہ وہ اپنی پسند کے موافق انسٹی ٹیوشن قائم کرے۔ اور ہر ایک ضرورت کے وقت اور جب کبھی وہ خواہش کرے۔ اُسے ہر قسم کی مدد دیں۔ دوسری قومیں روس کے ساتھ آیندہ مہینوں میں جو برتاؤ کریں گی۔ اس سے ان کی نیک نیتی کی صحیح آزمائش ہوجائے گی اور معلوم ہوجائے گا کہ وہ اس کی ضرورتوں کو سمجھتے ہیں۔ اور ذاتی اغراض سے بالاتر رہ کر بے غرضانہ ہمدردی رکھتی ہیں ؂

یہ فراخدلی کے الفاظ تھے لیکن خود پریزیڈنٹ ولسن جس کے منہ سے یہ نکلے تھے اور اس کا ملک ان پر ثابت قدم نہیں رہا۔ اور تاریخ اس آزمائش کے نتائج ہمیں بتاتی ہے اور یورپ کی اتحادی قوموں نے بجائے ہمدردی سے پیش آنے کے نئے روس کو تباہ و برباد کرنے کی کوشش کی۔ اور آج

جنگ سے دس سال کے بعد بھی علانیہ سفارتی گفت و شنید سے ہم کس قدر دُور ہیں۔ وہ امر خفیہ تحری معاہدہ سے ظاہر ہے۔ جو حال میں انگلینڈ اور فرانس کے مابین ہوا ہے۔ لیکن باوجود ان تمام مشکلات کے روس اِس وجہ سے زندہ رہا۔ کہ نوعِ اِنسان کی آوازیں اِس کے ساتھ تھیں ؂

جن مختلف اخبارات و رسائل میں یہ مضامین شائع ہوئے تھے۔ میں ان کے اڈیٹروں کا رہینِ منت ہوں۔ کہ انہوں نے براہِ کرم مجھے اُن کے دوبارہ شائع کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ ہندو اور ینگ انڈیا کے ایڈیٹروں کا میں خصوصیت سے ممنون ہوں ؂

اپنے دوست پبلشر کے اصرار سے ان کے پسند کی بعض تصاویر بھی کتاب میں شامل کر دی گئی ہیں۔ اگرچہ کتاب کے مضامین سے ان کا بہت کم تعلق ہے لیکن ممکن ہے۔ کہ وہ اصحاب ان کی قدر کریں۔ جو کتاب ہذا خرید فرمائیں ؂

جواہرلال نہرو

الہ آباد
۱۰ اکتوبر ۱۹۲۸ء

باب اوّل

معلوماتِ روس کا اشتیاق

جب سے میں یورپ سے واپس آیا ہوں۔ روس کے متعلق مجھ سے اکثر سوالات کیئے جاتے ہیں۔ میں نے ماسکو کی نہائیت مختصر سیاحت کی۔ اِس کی بنا پر مجھے تقریباً روسی معاملات میں ماہر کامل سمجھا جانے لگا ہے اور ہر قسم کے سوالات مجھ سے پوچھے جاتے ہیں۔ جن سے بہت پریشان ہوتا ہوں۔ خاصکر طلباء کے جلسوں میں جب تقریر کرنے کی فرمائش کی جاتی ہے تو عموماً یہ درخواست کی جاتی ہے۔ کہ سوویٹ روس کے متعلق کچھ بیان کروں اگرچہ اس معاملہ میں میرا علم نہائیت محدود ہے لیکن میں اِس شوقِ تحقیق کی قدر کرتا ہوں۔ اس لئے میں بڑی خوشی سے تعمیلِ ارشاد کیا کرتا ہوں۔ کیونکہ ہندوستانیوں میں اس ملک کے متعلق یہ دلچسپی قابلِ تعریف ہے جس کے اکثر مسائل ہمارے ملک سے مطابقت رکھتے ہیں۔ اور جن سے تاریخِ عالم میں ایک نہائیت زبردست تجربہ کر کے دیکھا ہے۔ تمام دُنیا کی نظریں روس پر لگی ہوئی ہیں بعض تو میں خوف اور نفرت سے اور

بعض امید بھرے دلوں سے دیکھ رہی ہیں اور اس کے نقش قدم پر چلنے کے متمنی ہیں ۔

روس کے متعلق بے اعتنائی سے خیال کرنا مشکل ہے ۔ اور اس کی کامیابیوں اور ناکامیوں پر بلا رورعایت کے تبصرہ کرنا دشوار تر ہے ۔ آجکل وہ ایک ایسے تار کے مشابہ ہے جس میں بجلی بھری ہو ۔ اس کے چھونے سے زور کا جھٹکا لگنا ضروری ہے ۔ جو لوگ روس کے متعلق کچھ لکھتے ہیں وہ یا تو حد سے زیادہ تعریف کرنے لگتے ہیں ۔ یا مذمت پر اُترتے ہیں تو انتہا کو پہنچ جاتے ہیں ۔ اس کا زیادہ تر انحصار لکھنے والے کے فلسفہ زندگی اور مطمع نظر پر ہے ۔ نیز سابقہ تعصبات اور خیالات پر جو مشاہدہ کرنے والا پہلے سے رکھتا ہے ۔ لیکن خواہ کوئی سی رائے درست ہو ۔ کوئی شخص مزدور اور کسانوں کے اس عجیب و غریب یورپی ایشائی ملک کی دلکشی کا منکر نہیں ہو سکتا ۔ جہاں کسان اور مزدور مطلق العنان شہنشاہوں کے تخت پر متمکن ہیں اور جنہوں نے حاسدوں کے منصوبوں کو خاک میں ملایا ہے ۔

ہندوستان اور روس

یہاں ہندوستان میں ہمارے لئے روس کے ساتھ دلچسپی اور بھی زیادہ ہے ۔ بلکہ ہمارے مفاد ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ان بڑی طاقتوں کے مفہوم کو سمجھیں ۔ جنہوں نے پرانے انتظام کو تہ و بالا کر کے ایک نئی دُنیا

کو جنم دیا ہے۔ جہاں انسانوں کی قیمتیں بالکل بدل گئی ہیں اور پرانے معیار تبدیل ہو کر ان کی جگہ نئے مدارج قائم ہوئے ہیں۔ ہم قدامت پسند لوگ ہیں۔ تبدیلی کے زیادہ شائق نہیں اور اپنی شاندار ماضی اور غیر فانی تہذیب کے وہمی خیال میں اپنی موجودہ مصیبتوں اور ذلتوں کو فراموش کرنے کی ہمیشہ کوشش کیا کرتے ہیں۔ لیکن ماضی مر چکا اور گزر گیا اور ہماری غیر فانی تہذیب موجودہ زمانہ کے مسائل حل کرنے میں ہماری ذرا مدد نہیں کرتی۔ اگر ہمیں ان مسائل کا حل تلاش کرنا ہے۔ تو ہمیں خیالات کے نئے طبقات میں ڈھونڈنا پڑے گا۔ اور نئے طریقے اختیار کرنے پڑیں گے۔ دُنیا بدل رہی ہے۔ کل اور پرسوں کی سچائیاں ممکن ہے کہ آج کسی کام نہ آئیں۔ ہمیں زندگی کا راستہ اس کے مختلف منحنی خطوں میں طے کرنا ہے۔ کسی ظاہری نصب العین پر اڑے رہنے سے ممکن ہے۔ کہ ہم تباہی کے غار میں جا گریں۔ اندریں حالات روس کے ساتھ ہمیں دلچسپی ہے۔ کہ شاید ان بڑے مسائل کے حل کرنے میں جو آج دُنیا کو درپیش ہیں۔ اس کے حالات سے ہمیں مدد مل سکے۔ روس کے ساتھ خاصکر ہمیں اِس وجہ سے بھی دلچسپی ہے۔ کہ وہاں کی حالتیں ہمیشہ سے اور اب بھی ہندوستان کی حالتوں سے مختلف نہیں ہیں۔ دونو بڑے زراعتی ملک ہیں۔ اور دونو جگہ صنعتیں ابتدائی حالت میں ہیں۔ دونو جگہ افلاس اور جہالت موجود ہے۔ اگر روس کے اِن مشکلات کا اطمینان بخش حل مل جائے گا۔ تو ہندوستان میں ہمارا کام بہت آسان ہو جائے گا۔

علاوہ ازیں روس کو اس وجہ سے بھی نظر انداز نہیں کر سکتے ۔ کہ وہ ہمارا ہمسایہ ہے ۔ اور زبردست ہمسایہ جو یا تو ہمارا دوست بن سکتا ہے ۔ اور ہمارے ساتھ تعاون کر سکتا ہے ۔ یا ہمارے پہلو کا کانٹا ثابت ہو سکتا ہے ۔ ہر حالت میں روس کو جاننا اور سمجھنا اور اس کے مطابق اپنی پالیسی قرار دینا ہمارے لئے ضروری ہے ۔ روس کے ساتھ جنگ کا وہم ہمیشہ ہمارے شامل حال رہا ہے ۔ زار کے زمانہ میں ہم سے کہا جاتا تھا ۔ کہ روس سمندر میں نکلنے کے لئے کوئی جگہ تلاش کر رہا ہے ۔ اور اب جبکہ زار کا خاتمہ ہو چکا تو ہمیں ڈرایا جاتا ہے ۔ کہ کمیونسٹ روسی امن پسند اور پُر امن دُنیا کو تہ و بالا کرنا چاہتے ہیں ۔ وایٹ ہال اور ماسکو یا پیرٹو گریڈ میں برسرِ حکومت کوئی سی پارٹی بھی ہو ۔ انگلینڈ اور روس کے مابین قدیم سیاسی رقابت بدستور قائم ہے ۔

سوال یہ ہے کہ اس رقابت سے ہندوستان کو کہاں تک متاثر ہونا چاہیئے اور اس کے لئے کہاں تک نقصان اٹھانا چاہیئے ۔ جنگ کی افواہیں اس وقت بھی سُنی جاتی ہیں اور ہمارے لئے اس سوال پر غور کرنا نہائیت ضروری ہے ۔ پس ہندوستان کی نسبت زیادہ سے زیادہ جاننے کا شائق تو بالکل بجا ہے ۔ اس وقت تک روس کے جو حالات ہندوستان کو معلوم ہوئے ہیں ۔ وہ ان خبر رسان ایجنسیوں کی معرفت ملتے رہے ہیں ۔ جو روس کی مخالف ہیں ۔ اور جنہیں اس قسم کی مخالفانہ خبروں کے لئے غرض مند حلقوں سے مالی امداد ملتی ہے ۔ روس کی بابت نہائیت عجیب و غریب کہانیاں

سنائی گئی ہیں۔ مجھ سے اکثر یہ سوال کیا گیا ہے۔ کہ یہ بات کہاں تک ٹھیک ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ کہ (۱) روس میں عورتوں کو قومی جائیداد بنا دیا گیا ہے (قومی جائیداد بنانے کا یہ مطلب ہے کہ عورتوں کے ساتھ باقاعدہ شادی کی رسم ادا نہیں ہوتی۔ بلکہ جس عورت کو چاہے۔ ہر شخص استعمال میں لا سکتا ہے۔ مترجم)

روس کے متعلق نہائیت بے تکی خبریں انگلستان اور دوسرے ملکوں کے اخبارات میں نامہ نگاران ریگا مہیا کرتے رہے ہیں۔ نیویارک کے اخبار نیشن میں ایک مضمون نگار لکھتا ہے۔ کہ

نامہ نگاران ریگا کیونکر بنائے جاتے ہیں

وہ رقمطراز ہے کہ پہلی مرتبہ نامہ نگار ریگا کی حیثیت سے میں نے لنڈن کے ایک اخبار میں کام کیا۔ ایک اڈیٹر نے صبح کے اخبارات میں سے ایک اڈیٹوریل مضمون قینچی سے کاٹ کر میرے حوالہ کیا اور ہدائیت کی۔ کہ اس مضمون کے ایک حصّہ کو عبارت بدل کر اس طور سے لکھو کہ گویا ریگا سے مراسلہ بھیجا گیا ہے۔ اور اس پر ریگا کی تاریخ ڈالدو۔ اور اس طور سے مجھے ریگا کا نامہ نگار بنا دیا گیا۔ اس مضمون میں تھرڈ انٹرنیشنل کی مفروضہ مکروہ سرگرمیوں پر بوضاحت تنقید کی گئی تھی۔ میں نے اس مضمون کو از سر نو عمدگی سے لکھا ہوگا۔ کیونکہ بعد میں اخبار مذکور کی طرف سے پھر مجھے اسی قسم کا نازک کام دیا گیا۔ اور میں اخبار مذکور کا باضابطہ ریگا کا نامہ نگار بن گیا۔" اُن

عنوانات کے نیچے ہمیشہ یہ الفاظ جیسا کہ فلیٹ سٹریٹ کے اخبار نویس لکھنا پسند کرتے ہیں۔ لکھے جایا کرتے تھے "ہمارے خاص نامہ نگار کے قلم سے" ایک سال کے بعد جب میں پیرس میں تھا۔ اور وہاں کے اخبار سے تعلق رکھتا ہے۔ تو پھر میں نے اپنے آپ کو نامہ نگار ریگا پایا۔ اب دو قسم کا کام میرے سپرد تھا۔ فرانسیسی اور انگریزی اخبارات جن میں لنڈن کا وہ اخبار بھی شامل تھا جس نے پہلے مجھے مقرر کیا تھا۔ سب ریگا کے مراسلات شائع کرنے پر فخر کرتے تھے۔ ان تمام مراسلوں میں نئے نئے انکشافات درج ہوتے تھے۔ جن کے عنوانات عموماً یہ ہوا کرتے تھے:۔

"بالشویکوں کی سفاکیاں" "ناکردہ گناہ لوگوں کو پھانسیاں" "باشندگان روس کی اپنی گورنمنٹ سے بیزاری"۔

جیسا کہ لنڈن میں دستور تھا۔ اسی طرح پیرس میں بھی اس قسم کے مضامین کا مصالحہ میرے سپرد کیا جاتا تھا۔ اور اس سے ایک اور نامہ نگار ریگا پیدا ہو گیا تھا۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ جب کبھی میں ریگا کا تصور کرتا ہوں۔ تو میرے ذہن میں کوئی شہر نہیں آتا۔ بلکہ اخبار کا ایک دفتر جہاں پرانی میزیں ہیں۔ گوند دانیاں اور ٹائپ رائیٹر اور ردی کاغذوں کی ٹوکریاں پڑی ہیں۔ گویا کہ ریگا اخبار کے دفتر کے شہر کا نام ہے۔ جہاں وہ لوگ آباد ہیں۔ جو اپنے اپنے کام میں مصروف ہیں۔ خوب کھاتے ہیں۔ خوب سوتے ہیں۔ اور اپنی موٹریں خریدنے کا خواب دیکھتے ہیں۔ ایک مرتبہ عجائب پرستی کے خیال سے میں نے انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا میں ریگا کو تلاش کیا۔ زمانہ حال کی

معلومات کے اس ذخیرہ میں لکھا تھا۔ کہ ریگا ساحل بحیرہ بالٹک پر ایک بڑا بندرگاہ ہے۔ جہاں سے زراعتی پیداوار خاصکر چینیا انگلینڈ میں آتا ہے شاید انسائیکلوپیڈیا کا یہ پرانا ایڈیشن تھا۔ آج کل تو چینیا کی جگہ وہاں افواہیں بڑی کثرت سے آتی ہیں۔

اگر کبھی شہروں کو ان کی نادر خدمات کے صلہ میں اعزاز و خطابات ملنے کا رواج جاری ہوا۔ تو مغربی دنیا کو چاہیئے۔ کہ ریگا کو سب سے بڑا خطاب دے محض اس کا نام مراسلات پر درج ہونے سے بالشویکوں کے منصوبوں کے خلاف ایک روک حائل ہو گئی ہے۔ اور اس طور سے مغربی یورپ کے مقدس آدرشوں کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ سوویٹوں کے مکروہ پروپگنڈا سے ریگا نے دنیا کی حفاظت کی ہے۔ بالشویکوں کے اثر کو ریگا کے محاذ پر توڑ دیا گیا ہے۔

باب دوم

ماسکو کا سفر

ممالک غیر کے ساتھ علمی اور تمدنی تعلقات کی سوسائٹی نے ماہ نومبر ۱۹۲۷ء میں آزادیٔ روس کی دسویں سالگرہ کے جشن کے موقع پر ہمیں ماسکو میں مدعو کیا گیا تھا۔ تمام ملکوں کے بہت سے مرد اور عورتوں کو دعوت نامے بھیجے گئے تھے۔ نہ صرف کمیونسٹوں بلکہ بہت سے پروفیسروں۔ سائینس والوں اور ممتاز اصحاب کو۔ میرا یقین ہے۔ کہ آٹھ سات سو کے درمیان آدمی اس دعوت کو قبول کر کے وہاں پہنچے تھے۔ ہم نے وہاں جانے کا فیصلہ آخر وقت میں کیا تھا۔ کیونکہ ہمیں فرصت بہت کم تھی۔ اور ماسکو کا سفر بڑا طویل تھا۔

ہم برلن سے روانہ ہوئے۔ سارا پولینڈ ہمیں عبور کرنا پڑا۔ یہ سفر لطف سے خالی اور خشک تھا۔ پولینڈ ایک ویران شدہ اور بے لطف ملک دکھائی دیتا تھا۔ بجز وارسا کے تمام ریلوے اسٹیشن چھوٹے چھوٹے ہیں۔ اور ان کے گردو نواح میں بہت تھوڑے مکانات نظر آتے ہیں۔ ٹرین میں ایک جرمن رہبر جو ہمارے ساتھ تھا۔ اُسے پولینڈ سے اور

پولینڈ کی ہر ایک شے سے بڑی نفرت تھی - اس کے خیال میں جرمن کی سرحد پر تہذیب ختم ہو گئی - اور پولینڈ والے وحشی لوگ ہیں - ممکن ہے کہ اس ملک کا سست منظر موسم کی وجہ سے ہو - کیونکہ سردی کا موسم شروع ہو چکا تھا - تاہم جاڑے کا موسم کسی صنعتی ملک کو مختلف نہیں بنا دیتا - اور ٹرین میں بیٹھے ہوئے جہاں تک ہم دیکھ سکتے تھے - صنعتی ترقی کی بہت کم علامتیں نظر آتی تھیں ؛

روسی سرحد کا پہلا سٹیشن

برلن سے روانہ ہونے کے ۲۸ گھنٹہ بعد، نومبر کی رات کو ہم روسی سرحد کے مقام نیگرولوجی پر پہنچے - ہمارے پہنچنے سے پہلے محکمہ کسٹم کا انچارج ایک روسی افسر ہماری گاڑی میں آیا - اس نے دریافت کیا - کہ کیا ہم مہمانوں کی حیثیت سے جشن میں شامل ہونے جا رہے ہیں - جب اُسے معلوم ہو گیا - تو اس نے کہا - کہ اپنے اسباب کی فکر نہ کرو - میں اُسے سنبھال لوں گا - اور کسٹم کے لئے ہمارے اسباب کی تلاشی بھی نہیں لی گئی ؛

یہ سرحدی سٹیشن خوب آراستہ تھے - اور اس پر ہر طرف جھنڈے جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں - جا بجا سرخ جھنڈے اُڑ رہے تھے - اور اپنے سوویٹ کا ہتھوڑے اور درانتی کا نشان بنا ہوا تھا - اور دوسرے لیڈروں کی تصویریں بھی تھیں - یہ فتح کا دن تھا - اور بالشویکوں کو عنانِ حکومت سنبھالے ہوئے دس سال پورے ہوئے تھے - تمام روس میں یہ جشن

منایا جارہا تھا۔

ہم کھانا کھا چکے تھے لیکن سٹیشن سٹاف بہت سا کھانا ہمارے لئے لے آیا۔ اور ہندوستانیوں کی طرح وہ اصرار کرتے تھے۔ اور ہمارا کوئی عذر نہ سُنتے تھے۔ اس لئے ہمیں ان کی درخواست قبول کرنی پڑی ہمیں باہمدگر بات چیت کرنے میں بڑی مشکل پیش آئی۔ کیونکہ یوروپ کی زبانوں میں سے ہم صرف انگریزی اور فرانسیسی جانتے تھے۔ سٹیشن سٹاف والے انگریزی سے بالکل ناواقف تھے۔ اور بہت ہی کم فرانسیسی۔ ان میں سے بعض آدمی جرمن زبان اچھی طرح جانتے تھے۔ آخر کار ایک آدمی تلاش کرکے لایا گیا۔ جو قدرے فرانسیسی زبان بول سکتا تھا۔ اُس نے ترجمانی کا فرض ادا کیا ہمیں ایک مختصر سی تقریب ادا کرنی پڑی۔ ہمارے خیر مقدم میں ایک تقریر کی گئی جس کا میں نے اختصار کے ساتھ جواب دیا۔ ایک درجن کے قریب دیہاتی بھی جن میں مرد۔ عورتیں بچے شامل تھے۔ اس موقع پر موجود تھے۔ اور انہوں نے جلسہ کی کاروائی میں بڑی دلچسپی لی۔ ممکن ہے۔ کہ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہو کہ میری دھرم پتنی اور ہمشیرہ ساڑھیاں پہنے ہوئے تھیں۔ پھر ہمیں کمرہ کا گشت کرایا گیا۔ اور تصویروں اور پوسٹروں کا مطلب سمجھایا گیا۔ اور ہمیں پہلی مرتبہ تجربہ ہوا۔ کہ اُس ملک میں لینن کی کس قدر پرستش کی جاتی ہے۔ جب کہیں لینن کا ذکر کیا تھا۔ تو حاضرین کے بشروں پر سُرخی جھلک جاتی تھی۔ اس اسٹیشن پر ہمارے مختصر قیام کو بقول والد صاحب اس سے تشبیہ دیجا سکتی ہے۔ کہ کانگرس کا کوئی وفد عدم تعاون کے زمانہ میں کسی چھوٹے قصبہ یا گاؤں میں گیا ہو۔

روسی ٹرین میں سفر

نیگرولوجی سے ہم روسی ٹرین میں سوار ہوئے۔ ہمارے میز بانوں نے ہمارے لئے نشتیں ریزرو کرا رکھی تھیں اور ہم نے بڑے آرام کے ساتھ سفر کیا۔ روس کی ریلوے ٹرینوں میں صرف ایک ہی کلاس ہوتی ہے لیکن سونے کے لئے خاص گاڑیاں ہوتی ہیں۔ جو ہمارے لئے مہیا کی گئی تھیں۔ ہم تمام رات اور دوسرے دن کے بڑے حصّہ میں برابر سفر کرتے رہے اور سہ پہر کے وقت ماسکو پہنچے جشن کی تقریب سے راستے کے تمام سٹیشن جھنڈے جھنڈیوں اور تصویروں سے آراستہ کیئے گئے تھے۔ سٹیشنوں پر جو مرد عورتیں اور بچے جو ہم نے دیکھے۔ وہ سب اچھے لباس میں ملبوس تھے۔ ان میں اکثر لمبے کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ جو ٹخنوں تک آتے تھے۔ اور بڑے روسی بوٹ گھٹنوں تک چڑھے ہوئے تھے۔

ماسکو کے سٹیشن پر کلچرل سوسائٹی کے نمائندے ہمارے خیر مقدم کے لئے موجود تھے۔ نیز چند ہندوستانی نوجوان جن سے ہم واقف نہ تھے مسٹر ایس۔ جے یسکلنوالہ جو ہم سے چند روز پہلے پہنچ گئے تھے۔ وہ بھی آئے ہوئے تھے سٹیشن سے ہمیں انقلاب عمل کے ہوٹل۔ ڈی ماسکو میں لے گئے۔ یہ بہت بڑی عمارت ہے۔ جہاں زمانہ شاہی کی عظمت وشان کی علامتیں پائی جاتی ہیں۔ چونکہ یہ شان وشوکت کی علامتیں موجودہ نظامِ حکومت کے اصولوں کے منافی ہیں۔ اس لئے اکثر نشانات

کو ڈھانپ دیا گیا ہے۔

ماسکو پہنچنے پر سب سے پہلے ہمیں اس بات کا افسوس ہوا۔ کہ ہم ایک دو روز پہلے کیوں نہ آئے۔ کیونکہ اصلی جشن ایک روز پہلے منایا جا چکا تھا۔ اور اس میں ہم شریک نہ ہو سکے۔ اس جشن سے علاوہ دوسری باتوں کے دس لاکھ فوجی آدمیوں اور مزدوروں اور بچوں نے لینن کے مقبرہ کو سلامی دیتے ہوئے مارچ پاسٹ کیا تھا۔ یہ لوگ روس کے ہر حصّہ سے آئے تھے۔ روسی یونین کے کسان پریزیڈنٹ کلینن نے جو باوجود اپنے رتبہ عالی کے شباہت سے کسان ہی معلوم ہوتا ہے۔ یہ سلامی لی تھی۔ صبح سویرے سے لے کر رات ہو جانے تک بین الاقوامی گیت کے ترانوں کے ساتھ جو مزدوروں کا قومی راگ ہے۔ مارچ پاسٹ جاری رہا۔ اول ہر قسم کی فوج اس کے بعد کارخانوں اور کالجوں اور مدرسوں اور قصبات اور دیہات کے نمائندے گزرے۔ مزدور اور کسان۔ مرد۔ عورتیں اور بچے چالیس قطاروں میں جھنڈے سروں کے اوپر بلند کئے ہوئے جوش و خروش کے ساتھ سلامی دیتے ہوئے گزرے۔

چیمبرلین۔ بربانڈ اور بالڈون کے کاغذی بتوں کی بھی نمائش کی گئی تھی۔ ان میں سے بعض بت بڑی کمالیت سے بنائے گئے تھے۔ ایک میں چیمبرلین کو درانتی میں پہنا ہوا اور ہتھوڑا اس کے سر پر گرتا ہوا دکھایا گیا تھا۔ آخر میں بڑی رات گئے کا سکون

کے رسالوں نے سُرخ چوک میں سے گزرتے ہوئے بگٹٹ گھوڑے دوڑا کر شہسواری کے کمال فن کا اظہار کیا۔ اس قسم کے مناظر کی کہانی ہم نے سنی۔ اور جس قدر یہ باتیں ہم سُنتے تھے۔ اتنا ہی ہمیں افسوس ہوتا تھا۔ کہ یہ شاندار تماشہ ہم نہ دیکھ سکے ؀

باب سوم

ماسکو کے مناظر

ماسکو کے بازاروں میں بڑی بھیڑ بھاڑ تھی۔ زیادہ تر لوگ پیادہ چل رہے تھے۔ ہر جگہ ہجوم در ہجوم نظر آتے تھے۔ لیکن وہ باقاعدہ ہجوم تھے۔ اور جو ٹریفک کے ضابطے کو ملحوظ رکھتے تھے۔ اور کسی جگہ جمگھٹا کئے بغیر برابر چلتے رہتے تھے۔ پولیس والے جنہیں وہاں ملیشیا کے سپاہی کہتے ہیں۔ لوگوں کی آمدورفت کا انتظام بخوبی کر رہے تھے۔ لیکن ان کا کام اتنا مشکل نہیں تھا۔ جتنا کہ دنیا کے دوسرے بڑے شہروں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ وہاں بگھیوں اور موٹروں کی آمدورفت بہت کم ہے۔ اگرچہ بجلی کی ٹریم اور موٹر بسیں اور ٹیکسیاں کثرت سے چلتی ہیں۔ لیکن پیرس۔ برلن اور لنڈن کے مقابلے میں ان کا تناسب نہائیت کم ہے۔ سوویٹ ریپابک کے دسویں سالانہ جشن کی وجہ سے غالباً بھیڑ بھاڑ ان دنوں میں زیادہ تھی ؛

جشن کی تقریب سے شہر آراستہ تھا اور جا بجا جھنڈے جھنڈیاں لگی ہوئی تھیں۔ ہر جگہ سرخ جھنڈے نظر آتے تھے اور ہتھوڑے اور درانتی

کے نشانات تھے۔ جو مزدوروں اور کسانوں کی حکومت کا نشان ہیں۔ اکثر مقامات پر لینن کی تصویریں بھی لگی ہوئی تھیں اور دس کا ہندسہ بھی جو آزادی کے دسویں سال کو ظاہر کرتا تھا۔ اکثر جگہ دیکھنے میں آتا تھا۔ رات کے وقت چراغاں ہوا۔ دن میں شہر کی آراستگی کا منظر نمایاں طور پر دکھائی دیتا تھا۔ بجلی کے قمقمے بھی عام طور پر سرخ رنگ کے تھے۔ سُرخ رنگ روس کو بہت پسند ہے۔ جو انقلاب کی علامت کا مظہر ہے۔ روسی زبان میں سرخ رنگ کے لئے جو لفظ بولا جاتا ہے۔ اُس کے دو معنے ہیں سُرخ اور خوبصورت۔ چنانچہ ماسکو کا سب سے بڑا چوک جو قصر کریملین کے قریب ہے۔ اور جس کے ایک پہلو میں لینن کا مقبرہ واقع ہے۔ زمانہ انقلاب سے پہلے بھی سُرخ چوک کے نام سے موسوم تھا۔

ماسکو میں داخل ہونے پر سب سے پہلا احساس اجنبی مسافر کو یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ بہت بڑا شہر ہے۔ اور جس قدر شہر میں آگے بڑھتے جاؤ۔ تو مغربی دنیا کے دوسرے شہروں سے وہ بالکل نئی قسم کی بستی دکھائی دیتی ہے۔ اور آخر میں سیاح اس نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ کہ ماسکو مغربی ممالک کے شہروں سے بالکل نرالی چیز ہے۔ وہاں بہت سے سنہری کلس والے مقبرے اور وسیع چوک اور فراخ سڑکیں ہیں۔ جن سے شہر نہایت خوبصورت نظر آتا ہے۔ گرجوں کی بڑی کثرت ہے۔ ایک شخص نے ہمیں بتایا تھا۔ کہ اس شہر میں سولہ سو گرجے ہیں۔

بعض بڑے بڑے گرجاؤں کو عجائب خانوں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ لیکن اکثر گرجے اب بھی دھارمک لوگوں کے لئے کھلے ہوئے ہیں۔ سوویٹ گورنمنٹ کسی صورت میں بھی مذہب کی حوصلہ افزائی نہیں کرتی۔ اور وہاں ایسی سوسائٹیاں بھی ہیں۔ جو مذہب کے خلاف پروپاگنڈہ کرتی ہیں۔ اور جو تعلیم مدرسوں اور کالجوں میں دی جاتی ہے۔ اس میں مذہب کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ لیکن گرجا جانے والوں کی راہ میں کوئی رکاوٹ حائل نہیں ہے۔ اور بہت آدمی خاص کر دیہاتی لوگ ابھی تک گرجاؤں میں جاتے ہیں۔ قصر کریملن سے دائیں طرف حضرت مریم کے نام پر ایک پرانا گرجا بنا ہوا ہے۔ اس کے تقدس کا نزدیک و دور بڑا شہرہ ہے۔ وہاں لوگ دور دور سے زیارت کے لئے آتے ہیں۔ ہم نے دیکھا۔ کہ بہت بڑا ہجوم جس میں زیادہ تر عورتیں تھیں۔ گرجا میں جا رہا تھا۔ کوئی انہیں روکتا نہیں تھا۔ لیکن اس راہ سے گزرنے والا کوئی شخص برابر کی دیوار پہ ایک عبارت کو پڑھے بغیر نہیں رہ سکتا تھا۔ جو موٹے حرفوں میں لکھی ہوئی ہے۔ اور جو کارل مارکس کا ایک مشہور مقولہ ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں :-

"مذہب انسانوں کے لئے افیون ہے"۔

مغرب کے کسی شہر میں اس قدر انواع و اقسام کی مختلف پوشاکیں نظر نہیں آتیں۔ جس قدر کہ ماسکو میں۔ پیرس کی نسبت خیال کیا

جاتا ہے۔ کہ وہ یورپ کا بین الاقوامی مرکز ہے۔ ہر ملک کے آدمی وہاں نظر آتے ہیں لیکن وہ سب مغرب کے لباس میں ملبوس ہوتے ہیں۔ بجز ہندوستانی عورتوں کے جو وہاں بھی ساڑھیاں پہن کر نکلتی ہیں۔ لیکن ماسکو میں ہر ایک گوشے سے ایشیا جھانک رہا ہے۔ نہ صرف منطقۂ حارہ کا ایشیا بلکہ شمالی اور مشرقی اور وسطی منطقہ جات باردہ کا ایشیا بھی۔ لوگ بھاری بھاری بوٹ پہنے ہوئے ہیں۔ اور لمبے کوٹوں اور ٹوپیوں کا ہر ایک نمونہ وہاں نظر آتا ہے۔ لباس کی ان گوناگونی اور بوقلمونی کے لوگ عادی ہو گئے ہیں۔ اور ان اختلافات سے ذرا متحیر نہیں ہوتے۔ حتےٰ کہ میری دھرم پتنی اور ہمشیرہ کی ساڑھیوں نے بھی جو ماسکو میں ایک غیر معمولی شے تھیں۔ وہاں کے باشندوں کی توجہ کو برلن اور پیرس والوں کی نسبت بہت کم معطوف کیا ؀

لیکن ماسکو میں جو حقیقی تبدیلی اجنبی سیاح کو نظر آتی ہے۔ اور جو دورانِ قیام میں روز افزوں ہوتی جاتی ہے۔ وہ وہاں کی فضا کی تبدیلی ہے۔ وہاں امیری اور غریبی کی انتہائیں دکھائی نہیں دتیں۔ ہر شخص خواہ وہ ریلوے سٹیشن کا پورٹر ہے۔ یا کسی ہوٹل کا ویٹر۔ اُسے "ٹوارش" کے لفظ سے مخاطب کیا جاتا ہے۔ جس کے معنے کامریڈ یا رفیق کے ہیں۔ اور اسی لفظ سے اُسے پکارا جاتا ہے۔ کسی شخص کی خوبیوں اور حیثیت کا اندازہ اُس کی تنخواہ کی بڑی رقم سے نہیں کیا جاتا ہمیں بتایا گیا ہے۔ کہ کمیونسٹ پارٹی کے ممبروں کو جو حکومت کے تمام

بڑے عہدوں پر قابض ہیں۔ دو سو پچیس روبل ماہانہ تنخواہ ملتی ہے۔ جو ہمارے ہاں کے تین سو روپیہ کے برابر ہے۔ روسی یونین کے پریزیڈنٹ کو یہی تنخواہ ملتی ہے۔ اور غالباً اُس کے کلرک کی تنخواہ میں کچھ زیادہ فرق نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے۔ کہ پریزیڈنٹ کو رہنے کے لئے کچھ کمرے ملے ہوئے ہیں۔ اور ایک موٹر کار اور چند دیگر رعائتیں۔ گاؤں کا کسان یا کسی کارخانے کا مزدور پریزیڈنٹ سے ملنے آتا ہے۔ تو اس طرح ملتا ہے گویا کہ وہ اُنہیں میں سے ایک ہے۔ صرف وہ زیادہ ہوشیار اور زیادہ قابل ہے۔ وہ اُسے "ٹوارش" کہہ کر مخاطب کرتے ہیں ؛

موٹر کاریں زیادہ تر یا تو کرایہ کی ٹیکسیاں ہیں یا گورنمنٹ اور سوسائیٹیوں ٹریڈ یونینوں۔ کواپریٹو بنکوں فیکٹریوں یا بڑی بڑی فرموں کی ملکیت ہیں عام افراد کی کوئی موٹر دیکھنے میں نہیں آئی ؛

وہاں بڑی بڑی دکانیں اور سٹور ہیں۔ جو بظاہر دوسرے شہروں کی دکانوں سے مشابہ ہیں۔ بڑی بڑی دوکانیں تمام گورنمنٹ کی ملکیت ہیں صرف چھوٹی چھوٹی دکانیں عام افراد کی ہیں۔ بازاروں میں پھیری دینے والے بھی ہیں۔ جو معمولی چیزیں بیچتے ہیں۔ جو مال عام طور پر دکانوں میں رکھا ہوا ہے۔ وہ سادہ اور بے تکلف ہے۔ اور فیشن کا اس میں ذرہ دخل نہیں ہے۔ پیرس کے بازار روڈی ریوالی یا لنڈن کی بانڈ سٹریٹ کے مانند نفیس اور دلفریب اشیا رہاں کہیں موجود نہ تھیں۔ بازاروں میں اور ہر جگہ لوگ ایسے لباس میں ملبوس نظر آتے تھے۔ جن میں فیشن کا کوئی

لحاظ نہ تھا۔ بہت لوگ بغیر کالر اور نکٹائی کے تھے اور اکثر لوگ ایسے ہیں جو کوئی قیمتی چیز خریدنے کا مقدور نہیں رکھتے۔ لیکن خرچ کے سوال کے علاوہ وہاں یہ سمجھا جاتا ہے۔ کہ کپڑوں پر روپیہ اور وقت خرچ کرنا ایسا عیب ہے۔ جو سرمایہ داروں سے مخصوص ہے ؛

بعض بڑے بڑے چوکوں میں لاوڈ سپیکر (آلۂ مکبرالصوت) لگے ہوئے ہیں۔ جو اُس دن کی تازہ خبریں اور گانے اور سیاسی تقریریں سناتے رہتے ہیں۔ تاکہ جو لوگ کمیونسٹ اصولوں میں شک رکھتے ہوں۔ اُن کے عقاید پختہ ہو جائیں۔ کمیونسٹ لوگ دُنیا کو اپنا الہام سُنانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے ؛

ہم یہاں کے سرکاری اوپیرا ہوس میں بھی تماشا دیکھنے گئے۔ جو زار کے زمانے کی بنی ہوئی ہے۔ جہاں سات طلائی چھتریاں ایک دوسرے کے اوپر واقع ہیں۔ زار کے زمانے میں یہاں فیشن ایبل امرا جمع ہوا کرتے تھے لیکن جو مجمع ہم نے دیکھا وہ بالکل مختلف قسم کا تھا۔ تماشاگاہ میں ان لوگوں کا بڑا ہجوم تھا۔ جو معمولی لباس پہنے ہوئے تھے بعضوں کے جسم پر کوٹ بھی نہ تھے۔ اور وہ صرف قمیضیں پہنے ہوئے تھے۔ کوئی شخص بھی تماشا دیکھنے لباس فاخرہ پہن کر نہیں آیا تھا۔ وہ سب گھریلو لباس میں تھے مزدور اور کسان اور خواندہ لوگ تھے۔ اور ان میں کچھ بچے بھی شامل تھے تماشے میں ناچ اور گانا ہوا۔ جو بہت اعلےٰ درجے کا تھا۔ جسے حاضرین نے بہت پسند کیا جو بار بار "ونس مور" کے نعرے بلند کرتے تھے۔ ایک

چھوٹے لڑکے اور لڑکی نے جن کی عمر دس سال سے زیادہ نہ تھی۔ ناچ دکھایا۔ لیکن تماشے کے پروگرام میں سب سے بڑی مد زار کے زمانے میں ایک مشہور رقاصہ کا ناچ تھا۔ جس کی عمر ساٹھ سال کی تھی۔ لیکن تیس سال سے زیادہ معلوم نہ ہوتی تھی۔ اُس نے نہایت ہی عمدہ ناچ دکھایا۔ خوبصورتی اور فن کے لحاظ سے یہ ایسا ناچ تھا۔ کہ دنیا میں کسی جگہ کے رقاص اِس پر فوق نہیں لے جا سکتے ؛

ہم نے ایک سینما کا تماشہ بھی دیکھا۔ جہاں ایک انقلابی فلم دکھائی گئی تھی۔ جس کا نام "پیٹر وگریڈ کے آخری دن" تھا۔ روسی لوگ اپنی فلموں کی خوبصورتی اور کاریگری کے لئے مشہور ہیں۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ ہم ہندوستان میں اُن فلموں کے دیکھنے سے محروم ہیں۔ یہاں ہم بڑی بڑی فلمیں دیکھتے ہیں۔ جو زیادہ تر ہولی وڈ کی بنی ہوئی بے معنی اور حماقت آمیز ہوتی ہیں۔ جو فلم ہم نے دیکھی۔ اس میں زار کی حکومت کے زمانے میں تمول اور افلاس کے مابین جو فرق تھا دکھایا گیا تھا۔ اور اس کے بعد جنگ کے ہولناک مناظر۔ پھر زار کا زوال اور کرنیکی کی حکومت اور بالشویکوں اور کرنیکی کے درمیان معرکہ جنگ اور آخر میں لینن کی فتحمندی کے مناظر بڑے موثر طور پر دکھلائے گئے تھے۔ یہ نہایت زبردست اور دل ہلا دینے والی فلم تھی۔ اور اُس کے پروپاگنڈہ کی قیمت بیروں از حد و حساب تھی ؛

ہم نے انقلاب کا ایک عجائب گھر بھی دیکھا۔ جو اُس عمارت میں تھا جو پرانے زمانے میں انگریزی کلب گھر کہلاتی تھی۔ جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ

وہ ایک انگریزی کلب کا نمونہ تھا۔ نہ یہ کہ انگریز لوگ اس کے ممبر تھے عجائب گھر میں بہت سی دلچسپ چیزیں تھیں۔ لیکن ہم اُسے دیکھ کر بہت مایوس ہوئے۔ ہم نے تصاویر کی ایک گیلری بھی دیکھی اور ایشیائی روس اور ترکستان وغیرہ کی تصویریں دیکھ کر بہت محفوظ ہوئے ۔

زار کے زمانے کا عالیشان دارالامرا بھی ہم نے دیکھا۔ جس کو اب ٹریڈ یونین ہال بنا لیا گیا ہے ۔ اس کے دوستوں کی کانگرس اسی ہال میں ہوئی تھی۔ یہ ایسا نفیس ہال تھا۔ جس کی مانند میں نے اپنی زندگی میں کم دیکھے ہیں ۔

ہم نے قصر کریملین بھی دیکھا۔ جہاں بڑی عالیشان عمارتیں اور گنبد ہیں۔ ہم زار کے قدیم محل کے اندر نہیں گئے یا اور کسی عمارت میں داخل نہیں ہوئے ۔ صرف کلینن پریذیڈنٹ یونین کو ملنے گئے تھے۔ وہ دو تین کمروں کے اندر رہتا تھا۔ جن کا فرنیچر نہائیت سیدھا سادہ تھا اور جہاں عیاشی اور شان و شکوہ کے کوئی آثار نمایاں نہ تھے ۔

انقلاب نے روس کی بہت سی چیزوں کو تبدیل کر دیا ہے ۔ لیکن راسکی بدستور موجود ہے ۔ یہ پرانے زمانے کی ایک گاڑی ہے۔ جو چار پہیوں کی رکھشا کے مشابہ ہے ۔

جس میں گھوڑا جوتا جاتا ہے ۔ ہم سمجھنے سے قاصر ہیں ۔ کہ یہ قیانوسی زمانے کی سواری اب تک کیوں مستعمل ہے ۔ اس میں صرف ایک آدمی بیٹھ سکتا ہے ۔ یا زیادہ سے زیادہ پتلے دبلے دو آدمی اور اس کی رفتار

چھ میل فی گھنٹہ سے زیادہ نہیں ،

انقلاب بازار میں گداگروں کا انتظام بھی اب تک نہیں کرسکا - اکثر بھکاری ہم سے سوال کرتے تھے - بعض دفعہ نوجوان عورتیں - جن کی بغل میں بچے ہوتے تھے - بھیک مانگتی دیکھی گئیں - کیمونسٹوں نے ہمیں بتایا - کہ زمانہ سابق کی نسبت گداگروں کی تعداد میں بہت کمی ہو گئی ہے - اور بھکاریوں کو اُن کی عمر بھر کی عادت سے باز رکھنا دشوار ہے ،

ماسکو میں ہمارا قیام بہت قلیل تھا - اس لئے ہم بہت کم سیر و سیاحت کر سکے - تاہم اس عرصہ میں بھی اس خوبصورت شہر کے خوشنما منظروں کو دیکھ کر کافی حظ اُٹھا سکے - ہم ارمان بھرے دل سے اِس تمنا کے ساتھ واپس آئے - کہ اُس کے سنہری کلسوں کو دھوپ میں چمکتے ہوئے اور اُس کے بازاروں کو جو مشرق اور مغرب کے اجنبی آدمیوں سے لبریز رہتے ہیں - ایک بار پھر دیکھیں ،

باب چہارم

سوویٹ طرزِ حکومت

سوویٹ طرزِ حکومت بالشوازم اور روس کے ساتھ اس قدر وابستہ ہوگئی ہے۔ کہ ان سے علیحدہ اس کا خیال کرنا دشوار ہے۔ تاہم یہ بات قرینِ قیاس ہے۔ کہ کمیونزم (اشتراکیت) کے بغیر بھی اُس ہستی یا اس کا بیرونی ڈھانچہ قایم رہ سکتا ہے۔ روس کے ایک سابق گرانڈ ڈیوک نے جو مفرور ہے۔ اور جو اپنے آپ کو رُوس کا جائیز زار خیال کرتا ہے۔ اور جواب تک اُمید رکھتا ہے۔ کہ شاید کسی دن وہ قصر کریملن میں سخت سلطنت پر متمکن ہو۔ کچھ عرصہ ہوا۔ اس نے بیان کیا تھا۔ کہ میں سوویٹ انتظامِ حکومت کو پسند کرتا ہوں۔ اور اشتراکیت کے اصولوں کو قایم رکھونگا۔ لیکن عملی طور پر اس انتظامِ حکومت کو روس کے موجودہ انتظامِ حکومت کا مترادف سمجھا جائے؟

سوویٹ کا خیال غالباً سب سے پہلے ۱۸۳۴ء میں جیمز سمتھ نے ظاہر کیا تھا۔ جو گرانڈ نیشنل ٹریڈ یونین کے لیڈروں میں سے تھا۔ جو انگلینڈ میں رابرٹ اوون نے قایم کی تھی۔ پھر ۱۸۴۷ء میں مارکس اور

اینجلز نے کمیونسٹوں کا وہ مشہور مینیفسٹو جاری کیا۔ جو موجودہ زمانے کی اشتراکیت کا سورث اعلیٰ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ تقریباً ایک نسل کے بعد ۱۸۷۱ء میں پیرس میں بھی قلیل عرصے کے لئے کمیونزم کا پرچار ہوا جس کا انجام نہایت افسوسناک ہوا۔ لوئس آگستی بلینکول کے جو کمیون کا بانی تھا۔ انقلابی زمانے کے دوران میں اس بات پر زور دیا تھا۔ کہ مزدوروں کی مطلق العنانی قائم ہو۔ مگر جس روز پیرس میں کمیون کا اعلان ہوا۔ اُس سے ایک دن پہلے بلینکوئی جیل میں ڈال دیا گیا تھا۔ اُس کی غیر حاضری اور قابل لیڈروں کے نہ ہونے سے وہ تحریک تیس ہزار باشندگان پیرس کے خون میں غرقاب ہوگئی۔ جن کو تھئیٹرس اور اُس کے جرنلوں نے بڑی بے رحمی سے ذبح کر ڈالی۔ اب اس کی صرف یادگار باقی ہے لیکن وہ زندہ جاوید یادگار ہے۔ اور پیرس کے قبرستان پیری لی چیز کی دیوار جہاں کمیونسٹ لوگ جو قید کئے گئے تھے۔ اور مشین گنوں سے بھون ڈالے گئے تھے۔ دُنیا کے کمیونسٹوں اور سوشلسٹوں کے لئے تیرتھ بن گئی ہے ؛

۱۹۰۵ء کے انقلاب روس میں سوویٹ طرز حکومت نے ایک صورت اختیار کرلی تھی۔ وہ نشوونما حاصل کرتی رہی اور اس میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ آخر کار ۱۹۱۷ء میں وہ با اختیار بن گئی۔ بالشویکوں کے انقلاب کے ساتھ اس نے بہت جلد ترقی کی اور اس وقت سے بدلی ہوئی حالتوں کے مطابق وہ مسلسل طور پر اپنے آپ کو ہموار کر رہی ہے ؛

سوویٹ کے انتظام کی خصوصیت یہ ہے کہ اُس میں اِس حقیقت کو

کھلے طور پر تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ سوسائٹی میں ہمیشہ مختلف حیثیت کی جماعتیں شامل ہوتی ہیں۔ اور ہر ایک جماعت کے اقتصادی مفاد مختلف ہوتے ہیں جب تک یہ حالت قائم رہے گی۔ ہر ایک گورنمنٹ کو ان جماعتوں کی متناسب اہمیت کا لحاظ رکھنا پڑے گا۔ تاریخ بتلاتی ہے۔ کہ ان مختلف جماعتوں کے درمیان ہمیشہ سے تنازع چلا آ رہا ہے۔ تاریخ کا اقتصادی مفہوم اسی کا نام ہے۔ تاریخ کے ہر ایک زمانے میں ایسی ایک جماعت کا غلبہ رہا ہے۔ اور دوسری جماعتوں کے مفاد کو صرف اُس حد تک محفوظ رکھا گیا ہے۔ جہاں تک کہ وہ اس جماعت کے غلبے کو مضبوط کریں۔ با طوالت دیں۔ لیکن ایک جماعت کا دوسری جماعتوں پر غلبہ انتظام حکومت کی صورت میں علانیہ طور پر بہت کم ظاہر کیا جاتا ہے۔ بلکہ بعض صورتوں میں اُس غلبہ کو چھپا کر رکھا جاتا ہے۔ تاکہ ان لوگوں کو دھوکہ دیا جا سکے جنہیں اُس حکومت کے ذریعے لوٹا گھسوٹا جاتا ہے۔ اور جہاں تبدیلیاں سُست رفتاری سے ہوتی ہیں۔ تو وہاں غالب جماعت والے حقوق اور فرائض کا خیال پیدا کر کے اپنے فرائض کی حفاظت کر لیتی ہے۔ سوسائٹی میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اقتصادی اور سوشل ڈھانچے نئی قسم کے بنتے رہتے ہیں۔ اور اس ترقی کی نمائندگی کرنے والی نئی جماعتیں آگے بڑھتی رہتی ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ جماعتیں پُرانی جماعتوں پر غلبہ حاصل کر لیتی ہیں۔ اور مزید ترقی راہ میں حائل ہو جاتی ہیں۔ غالب جماعت لوگوں کے تمدن اور تعلیم اور قوانین اور رسم و رواج کو قابو میں

رکھتی ہے۔ لیکن اپنی کلاس کے غلبے کو ہمیشہ قائم رکھتی ہے۔ خاصکر اُس صورت میں جبکہ کوئی نئی جماعت اُس کی مزاحمت پر آمادہ ہوتی ہے اور اپنے حقوق کا مطالبہ کرتی ہے۔ کمیونسٹوں کے نزدیک وہ تمام حکومتیں بھی جو جمہوری کہلاتی ہیں۔ جماعتی غلبے سے خالی نہیں۔ اگرچہ وہ بڑی چالاکی سے اس غلبے کو چھپانے کی کوشش کرتی ہیں۔ فی الحقیقت وہ سوشل یا انسانی جمہوریت نہیں ہوتی۔ اُس کی خصوصیت یہ ہے۔ کہ سوسائٹی افراد میں منتشر ہو جاتی ہے۔ مساوات صرف زبانی کہنے کو ہو جاتی ہے اور غالب جماعت ایک زبردست سرمایہ دار حکومت بن جاتی ہے جس کے مقابلے میں افراد اور منقسم شدہ چھوٹی چھوٹی جماعتیں بالکل بے بس ہوتی ہیں۔ غالب جماعت کی کارروائیوں کو دیکھنا ہو۔ تو اُس وقت دیکھنا چاہیئے۔ جبکہ کسی دوسری جماعت کو منظم کرنے کی کوشش کی جاتی ہو۔ اس وقت یہ نام نہاد جمہوری حکومتیں اس قسم کی تمام انجمنوں کو بڑی بے رحمی کے ساتھ پامال کر دیتی ہیں ؎

روس میں ابتدا ہی سے مزدوروں کا نظام سوویٹ کی صورت میں قائم کیا گیا۔ مزدوروں کی یونین سے یہ بالکل علیحدہ چیز تھی۔ اگرچہ یونینوں کے سربرآوردہ عناصر نے بعد میں سوویٹوں میں حصہ لیا۔ ۱۹۱۷ء میں کرنیکی کے عہد میں سوویٹوں کی طاقت بہت بڑھ گئی۔ اور لینن کے زمانے میں اور بھی ترقی ہوئی۔ انقلاب سے پہلے سوویٹوں میں صرف مزدور شامل تھے۔ بعد میں سپاہی اور ملاح شریک ہوئے۔ آخر میں

کسان بھی شامل ہو گئے۔ لیکن کسانوں کو اس کا حق نیابت نہیں دیا گیا۔ جس قدر کہ مزدوروں کو۔ کیونکہ مزدوروں کو نہایت ترقی کناں جماعت خیال کیا گیا۔ تعلیم یافتہ لوگوں کو بھی شامل ہونے کی اجازت دی گئی۔ لیکن جو تعلیم یافتہ لوگ سرمایہ داروں کے ملازم تھے۔ اُنہیں محروم رکھا گیا شروع میں متمول زمینداروں کو شریک کیا گیا تھا۔ لیکن بعد میں اُن میں سے اکثر کو نکال دیا گیا۔ جو لوگ دوسروں کی مزدوری پر گذارہ کرتے ہیں۔ یا کرایہ کی آمدنی پر یا زار کے زمانے کے افسر ہیں۔ یا پادری لوگ ان سب کو سوویٹ سے خارج رکھا گیا ہے۔ لیکن اس میں چند مستثنیات ہیں۔ دراصل جن لوگوں کو ووٹ سے محروم رکھا گیا ہے۔ اُن کی تعداد بہت قلیل ہے۔ یعنی کہ بالغ آبادی کا ۳ء۔ جس اصول کے رو سے بعض جماعتوں یا افراد کو حق ووٹ سے محروم رکھا گیا ہے: وہ یہ ہے۔ کہ جو جماعتیں سماجی کی ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ انہیں حق ووٹ دیا جائے۔ اور زیادہ ترقی کناں عناصر کو اُن کی سوشل خصوصیت اور اولوالعزمی کے مطابق عطا کیا جائے۔ ووٹ کا حق دینے یا اس سے محروم کرنے کا آخری اختیار سوویٹس کی آل ایشیا کانگرس کو حاصل ہے۔ جو ملک میں سب سے بڑی حکمران جماعت ہے۔ یہ اصول جنوری ۱۹۱۸ء میں آل ایشیا سوویٹس کانگرس کے تیسرے اجلاس میں وضع کیا گیا تھا۔ کہ لوٹ گھسوٹ کرنے والی جماعتوں کے ممبروں کو ہرگز شامل نہ کیا جائے۔ پھر جولائی ۱۹۱۸ء میں آل ایشیا سوویٹس کانگرس کے پانچویں اجلاس میں یہ اصول

کانسٹی ٹیوشن میں شامل کیا گیا۔ حق ووٹ سے اخراج کی اصلی فہرستیں وہ کمیٹیاں مرتب کرتی ہیں۔ جو مختلف مقامی سوویٹوں کے انتخابات کی نگرانی کرتی ہیں۔ ان فہرستوں پر مباحثے ہوتے ہیں۔ اور اعلےٰ سوویٹوں میں ان کی اپیل ہوتی ہے۔ اور آخری اپیل آل رشیا سوویٹس کانگرس یا اس کی کارکن کمیٹی کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ کمیونسٹ کہتے ہیں۔ کہ موجودہ تبدیلی کے مرحلے پر یہ اخراج ضروری ہے۔ اور جب نظام حکومت ترقی کریگا تو اس میں تمام کارآمد انسانوں کو شامل کیا جائے گا۔ جو اپنے ہاتھوں یا دماغوں سے کام کرتے ہیں۔ آخری نتیجہ ممکن ہے کہ یہ ہو۔ لیکن سردست موجودہ طریقہ ایک مضبوط اقلیت کو انتظام حکومت قائم رکھنے میں بہت بڑی مدد دیتا ہے۔ لیکن اقلیت زیادہ عرصے تک برسر اقتدار نہیں رہ سکتی۔ بشرطیکہ عام لوگوں کی رضامندی اُسے حاصل نہ ہو۔ سوویٹ حکومت کو مزدوروں کی مطلق العنانی سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جو حقیقت میں ایک ترقی کردہ جماعت کی مطلق العنانی ہے۔ جو ایک بڑا منضبط گروہ ہے۔ جسے یہ دعوےٰ ہے۔ کہ وہ عوام الناس کے نمائندے ہیں۔ اور اُن کی رضامندی حاصل ہے۔ اس مطلق العنان کی صفائی میں کمیونسٹ لوگ کہتے ہیں۔ کہ دوسرے ممالک کی جمہوری حکومتیں بھی در اصل مطلق العنانی ہے۔ جو ہمیشہ اپنی جماعت کے فوائد کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ وہ ۱۰ فیصدی یا اُس سے کم آبادی کی مطلق العنان حکومتیں ہیں۔ جبکہ مزدوروں کی مطلق العنانی ۹۰ فیصدی باشندوں کی ہے۔

سوویٹ نظام حکومت کا خاص پہلو اُس کا طریقۂ نمائندگی ہے
دوسرے جمہوری ممالک کی طرح وہاں حلقہ جات انتخاب علاقوں کے اعتبار
سے نہیں بنائے گئے۔ بلکہ سوویٹوں کی تعمیر کی بنیاد اقتصادی اور سوشل یونٹوں
پر ہے۔ مثلاً فیکٹریاں۔ دیہات۔ کواپریٹو۔ سوسائٹیاں۔ ٹریڈ یونین وغیرہ
ڈیلیگیٹ ووٹروں کی تعداد کے تناسب سے منتخب کئے جاتے ہیں
اُس تناسب سے صرف تھوڑا سا انحراف کیا جاتا ہے۔ دیہات سے
دس ہزار ووٹروں کے پیچھے ایک ڈیلیگیٹ منتخب کیا جاتا ہے۔ اور
شہروں میں دو ہزار ووٹروں کے پیچھے ایک۔ شہروں کے رہنے والے
جن سے زیادہ تر مراد صنعتی کارخانوں میں کام کرنے والے مزدور ہیں
انہیں بڑی حیثیت کا سمجھا جاتا ہے۔ اس لئے اُنہیں حق نمائندگی زیادہ دیا
گیا ہے۔ دیہاتی سوویٹ کو گاؤں کی روح کہا جاتا ہے۔ لفظ سوویٹ
کے معنے سبھا کے ہیں۔ اور دیہاتی سوویٹ اُس پنچایت کے مشابہ
ہے۔ جسے ہندوستان کے کسی گاؤں کے تمام باشندے منتخب کریں۔
ووٹر لوگ ایک پبلک جلسہ میں جس میں ایک خاص عمر کے تمام مرد و عورت
باشندے بجز چند مستثنیات کے جمع ہوتے ہیں۔ ووٹ دینے کا حق رکھتے
ہیں۔ اور ہاتھ اٹھا کر اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ ان جلسوں میں
صرف اُن لوگوں کو ووٹ دینے کا حق نہیں ہوتا۔ جو متمول زمیندار ہیں۔ اور
دوسروں کی محنت پر گذارہ کرتے ہیں۔ یا سود خوار مہاجن ہیں۔ یا پادری ہیں
اور اس قسم کے دوسرے لوگ جنہیں عوام کا خون چوسنے والا سمجھا جاتا

ہے۔ اگر گاؤں میں کوئی چھوٹا سا کارخانہ یا پبلک انسٹی ٹیوشن ہے۔ تو وہ سوویٹ میں اپنے ڈیلیگیٹ براہِ راست بھیج سکتے ہیں۔ اسی طرح مقامی کواپریٹو سوسائٹیاں اور کھیتوں میں کام کرنے میں مزدوروں کی یونین اور عورتوں کی انجمنیں اور نوجوانوں کی لیگیں اپنے نمائندے منتخب کرنے کا حق رکھتی ہیں۔ دیہاتی سوویٹ میں عموماً غیر کمیونسٹ لوگوں کو اکثریت ہوتی ہے۔ لیکن چند کمیونسٹ بھی اُس میں ضرور شامل ہوتے ہیں۔ اور چونکہ وہ عام طور پر زیادہ سرگرم اور سمجھدار ممبر ہوتے ہیں۔ اس لئے اِن کا اثر زیادہ ہوتا ہے ؎

دیہاتی سوویٹ میں اکثر ایسے مسائل کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔ جن کا دیہاتیوں کی روزانہ زندگی سے تعلق ہے۔ اور ان کی اپیلیں اعلےٰ سوویٹوں میں ہو سکتی ہیں جنہیں یہ بھی اختیار حاصل ہے۔ کہ جب ضرورت پڑے۔ تو دیہاتی سوویٹ کے معاملات میں دخل دیں۔ دیہاتی سوویٹ زمین کے معاملات خاص کر تقسیم اراضی کے معاملات اور تخم ریزی کے لئے بیجوں کی تقسیم اور جنگلات سے لکڑیاں کاٹنے ٹیکس لگانے۔ مدرسے اور شفاخانے بنانے طبی ملازمت کے انتظام۔ آگ بجھانے اور امداد باہمی وغیرہ کے معاملات طے کرتی ہے اور یہ سوویٹ گاؤں کی دوسری انجمنوں کے مابین بھی ایک لڑی کا کام دیتی ہے۔ روسی دیہات میں امداد باہمی کی سوسائٹیوں۔ زنانہ انجمنوں۔ نوجوانوں کی لیگوں۔ بوائے سکاؤٹس اور بین الاقوامی سوسائٹیوں کی روزافزوں ترقی ہے ؎

سوویٹ انتظام حکومت کا ایک اہم پہلو یہ ہے۔ کہ ووٹروں کو اپنے منتخب کردہ ڈیلیگیٹ کے بُلانے کا اختیار حاصل ہے۔ ہر ایک حلقے کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ سوویٹ سے اپنے نمائندوں کو جس وقت چاہے۔ واپس بُلالے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ دوسرے ملکوں میں پارلیمنٹوں کے ممبروں کو جو تین سال یا چار سال یا پانچ سال کی معینہ میعاد کے لئے منتخب ہوئے ہیں۔ واپس بُلانے کا کوئی قاعدہ نہیں۔ دوسرا خاص پہلو یہ ہے۔ کہ سوویٹین آئین ساز انجمنیں بھی ہیں اور کارکن کمیٹیاں بھی۔ یہ بات واضح نہیں۔ کہ یہ کارروائی کس طرح کی جاتی ہے ؎

دعوےٰ کیا جاتا ہے۔ کہ سوویٹ طریق حکومت میں دوسری طرز ہائے حکومت کی نسبت قوم کی اصلی زندگی کے عکس کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ لچکدار ہے اور بدلنے والی حالتوں کے مطابق اُسے بنایا جا سکتا ہے۔ تاکہ قوم کی قدرتی نشوونما کی ترقی میں کسی طرح سے خلل نہ پڑنے پائے ؎

باب پنجم

سوشلسٹ سوویٹ جمہوریتوں کی یونین

دسمبر ۱۹۲۲ء میں سوشلسٹ سوویٹ جمہوریتوں کی یونین قائم ہوئی۔ اس یونین کے قیام سے پہلے روس میں چار جمہوریتیں تھیں (۱) روسی سوشلسٹ سوویٹ ری پبلک (۲) یوکرین۔(۳) سفید روس۔(۴) ٹرنسکاکیشیا۔ (آنروے قفقاز) یہ چاروں علیحدہ علیحدہ جمہوریتیں تھیں۔ لیکن باہم متحد تھیں۔ اور اکثر معاملات میں اُن کے مابین معاہدے تھے۔ ان چاروں نے علیحدہ علیحدہ طور پر اپنی کانگرسوں میں متحد ہونے کا فیصلہ کیا۔ اور یونین کا نظام آئین مرتب کرنے کے لئے ڈیلیگیٹ منتخب کئے۔ ۱۹۲۵ء میں دو اور جمہوریتیں اس یونین میں شامل ہوگئیں۔ یعنی ترکستان اور ازبکستان جن میں کئی ایک جمہوریتیں پہلے سے شامل تھیں۔ اور اس طور سے یونین نو جمہوریتوں کا مجموعہ بن گئی۔ جن کے نام یہ ہیں۔ کریمیا۔ تاتار بشکیر بوریٹ منگولین۔ قاخیز۔ کاریلیں۔ واغستان۔ لاقوت اور جرمن والگا ریپلک۔

آنروے قفقاز کی فیڈریشن میں تین جمہوریتیں شامل ہیں:-

آذربائجان۔ آرمینیا اور جارجیا۔ اِن جداگانہ ریپبلکوں کے علاوہ یونین میں چند اور بھی خود مختار علاقے شامل ہیں۔ چنانچہ ایک فیڈریشن میں ایسے بارہ علاقے ہیں۔ یہ سب علاقے اندرونی طور پر آزاد ہیں۔ ماسوا ان معاملات کے جن کے اختیارات یونین کے حوالے کر دیئے گئے ہیں۔ مثلاً بیرونی تعلقات کا معاملہ یا یونین میں نئی جمہوریتوں کے شامل کرنے کا معاملہ اور ٹیکس لگانے کا اختیار اور تجارتی مسائل وغیرہ یونین کے کانسٹی ٹیوشن کی دفعہ ۱۴ میں درج ہے۔ کہ یہ اُن علاقوں کی خود قرار دادہ یونین ہے۔ جو ہر ایک اعتبار سے مساوی درجہ رکھتے ہیں۔ اور ہر ایک جمہوریت کو یہ حق حاصل ہے۔ کہ وہ جب چاہے یونین سے علیحدہ ہو جائے۔ یونین کا آئینی نظام دوسرے قوانین کی طرح تبدیل ہو سکتا ہے یعنی کہ وہ لچکدار ہے۔ اور نئے حالات کے مطابق اس میں تبدیلیاں کی جا سکتی ہیں۔ اُس میں قومی اختلافات کو تسلیم کیا گیا ہے۔ اور مختلف قسم کے تمدنوں کو ترقی دینے کی کامل آزادی حاصل ہے۔ زمانہ سابق کا عہدِ حکومت اپنی زبان اور تمدن کو اُن تمام قوموں میں جو اُس کے ماتحت تھیں۔ زبردستی رائج کیا کرتا تھا۔ لیکن اب یہ بات نہیں ہے ؛

سب سے اعلےٰ اختیارات آل یونین کانگرس کو حاصل ہیں۔ یونین کونسل کا انتخاب ہر ایک جمہوریت کی متناسبہ نمائندگی پر مبنی ہے۔ اور قوموں کی کونسل میں ہر ایک جمہوریت سے پانچ پانچ ممبر لیئے جاتے ہیں۔ اور ایک ایک خود مختار علاقوں سے چنانچہ روس کی سب سے بڑی یونین کے بھی اتنے

ہی نمائندے اُس میں شامل ہیں۔ جتنے کہ چھوٹی چھوٹی جمہوریتوں کے۔

آل یونین کانگرس کی مرکزی کارکن کمیٹی کم و بیش ایک پارلیمنٹ کے مشابہ ہوتی ہے۔ کانگرس میں گیارہ سو سے زیادہ ممبر ہیں۔ اور اُس کا اجلاس چھٹے مہینے ہوتا ہے۔ تمام قوانین کمیٹی کی دونوں چیمبروں میں پاس ہوں تب وہ نافذ ہوتے ہیں۔ یعنی کہ قوموں کی کونسل کو تمام اہم معاملات کے تصفیے کا حق حاصل ہے۔ لہٰذا یہ دعوےٰ کیا جاتا ہے۔ کہ روس کی مختلف خودمختار جمہوریتوں کو نہ صرف اپنے اقتصادی معاملات اور سوشل زندگی اور تمدن کو ترقی دینے کے پورے پورے موقع حاصل ہیں۔ بلکہ یونین کے عام انتظام حکومت میں انہیں فیصلہ کُن حصہ لینے کا بھی حق حاصل ہے۔

تمام سوویٹوں اور ان کی کارکن کونسلوں کا انتخاب ہر سال ہوتا ہے صرف آل یونین کانگرس کا انتخاب دوسرے سال کیا جاتا ہے۔

آل یونین کانگرس مختلف محکموں کے اعلےٰ افسروں اور کمسروں کا انتخاب کرتی ہے۔ اور اِس طور سے کمسروں کی یونین کونسل مرتب ہوتی ہے۔ اسے کونسل کی مجلس وزرا کہنا چاہیئے۔

ہر ایک جمہوریت کی اپنی سوویٹ کانگرس اور مرکزی کارکن کمیٹی اور کمسروں کی کونسل ہوتی ہے۔ صرف چند محکمے یعنی سررشتہ معاملاتِ خارجیہ وغیرہ یونین گورنمنٹ کے لئے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ اور بعض محکمے ایسے ہیں۔ جو یونین میں اور ہر ایک جمہوریت میں موجود ہیں۔ یعنی اعلیٰ اقتصادی کونسل۔ مالیات اور لیبر کے محکمے اور بعض محکمے صرف جمہوریتوں میں ہوتے ہیں

یعنی زراعت ۔ انصاف ۔ تعلیم ۔ حفظانِ صحت ۔ اور سوشل بہبودی کے محکمے ۔

ہر ایک جمہوریت سوویٹ کی بنیاد ۔ گاؤں یا کارخانے سے بالواسطہ یا بلاواسطہ انتخاب کے ذریعہ شروع ہوتی ہے ۔ یعنی کہ گاؤں کی سوویٹ دیہاتی ڈسٹرکٹ سوویٹ کانگرس کے لئے ڈیلیگیٹ اور کارکن کمیٹی کے ممبر منتخب کرتی ہے اور ڈسٹرکٹ سوویٹ صوبوں کی سوویٹ کانگرس کے لئے ۔ اور صوبوں کی سوویٹ کانگرس جمہوری کانگرس کے لئے شہروں میں ڈسٹرکٹ سوویٹوں اور پراونشل سوویٹوں کے لئے براہِ راست انتخاب ہوتا ہے ۔ بعض شہروں کو کانگرس میں براہ راست نمائندے بھیجنے کا بھی اختیار حاصل ہے ۔

دیہاتی سوویٹوں میں دیہات اور اضلاع میں کسانوں کی بڑی بھاری اکثریت ہے ۔ لیکن اعلےٰ سوویٹ کانگرسوں میں کمیونسٹوں کا تناسب بڑھتا جاتا ہے ۔ اور تمام اعلےٰ اختیارات کے عہدے اُن کے قبضے میں ہیں ۔ آل روسی سوویٹ میں تو سراسر ان کا ہی اختیار رہے ۔

کمیونسٹ پارٹی کو کانسٹی ٹیوشن میں اگرچہ کوئی سرکاری حیثیت حاصل نہیں ہے ۔ لیکن فی الحقیقت سوویٹ عہدِ حکومت کا ستون وہی ہے یہ بڑا مضبوط نظام ہے ۔ جس میں مزدوروں کی جماعت کا ترقی کردہ عنصر شامل ہے ۔ جس کا خاص مقصد اور پروگرام ہے ۔ وہ بخوبی منظم ہے ۔ اور فوجی ضبط اپنی پُورانی خوبیوں کے ساتھ بڑھتا جاتا ہے ۔ کمیونسٹوں کا یہ عقیدہ کہ وہ آنے والی نسلِ انسان کے فوائد کی نمائندگی کرتے ہیں ۔ پُرجوش مذہبی آدمیوں کے عقیدے کی مانند ہے ۔ یہ پارٹی تعلیم یافتہ لوگوں اور کاشتکاروں کو

بھی اپنے حلقے میں شامل کرتی ہے۔ لیکن صرف اُن لوگوں کو جو مزدوروں کی مطلق العنانی کے فلسفے کو سمجھتے ہیں۔ اس پارٹی میں شامل ہونا اوراس کے اصولوں پر ثابت قدم رہنا آسان نہیں ہے۔ وقتاً فوقتاً ان ممبروں کو خارج کر دیا جاتا ہے۔ جن کی شمولیت مضر خیال کی جاتی ہے۔ پارٹی کی طاقت اور اختیار کا اندازہ اس امر سے ہو سکتا ہے۔ کہ آجکل کے زمانے میں سوویٹ یونین کے اندر سب سے بڑا صاحب اقتدار شخص سٹالن ہے۔ جو پارٹی کا جنرل سیکرٹری ہے۔ اگرچہ سرکاری طور پر اُسے اور کوئی بڑا عہدہ حاصل نہیں ؛

بہت سے بورڈ اور کمیشنیں ہیں۔ جو مختلف فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اُن میں اہم ترین اعلےٰ اقتصادی کونسل ہے۔ جس کے ساتھ بہت سی شاخیں ہیں۔ لیبر یونین وغیرہ بھی حکومت کے لازمی جزو ہیں۔ ایک بڑی صنعت کے مزدور ایک یونین میں شامل ہوتے ہیں۔ خواہ وہ کانکن ہوں یا ترکھان یا مستری۔ اور کواپریٹو سوسائٹیوں کے نظام بھی ہیں۔ اس کے علاوہ عورتوں کی مجلسیں اور نوجوانوں کی لیگیں وغیرہ۔

لیبر یونین اور کارخانوں کی کمیٹیاں وغیرہ کارخانوں میں مزدوروں کے مفاد کی نگہبانی کرتی ہیں۔ لیکن کسی کارخانے کے منیجر یا منیجروں کے بورڈ کا تقرر آل ایشیا سوویٹ کی طرف سے سپریم اقتصادی کونسل کرتی ہے اگر منیجر اور مزدوروں کے درمیان جھگڑا ہو۔ تو تنازع کمیٹی اُس کا فیصلہ کرتی ہے۔ اور اپیل ہوتی ہے۔ منیجر یا تو موقوف کر دیا جاتا ہے۔ یا تبدیل ؛

غرضیکہ سوویٹ کے نظام آئین کے یہ مختصر پہلو ہیں۔ مسلمہ طور پر یہ آئین اس غرض سے بنایا گیا ہے۔ کہ تمام اختیارات مزدوروں کے ہاتھ میں رہیں۔ اور سرمایہ داروں کا یا ان لوگوں کا جو سرمایہ داری کو واپس لانا چاہتے ہیں۔ ہرگز کوئی دخل نہ ہو۔ اس سوال کا جواب دینا مشکل ہے۔ کہ آیا سرمایہ داری کیسی پوشیدہ صورت میں کسی وقت ظاہر ہوگی یا نہیں۔ لیکن سرمایہ داری کے خلاف جنگ کرنے میں سرمایہ دار ممالک کی جمہوریت سے بالشویک لوگ دھوکہ نہیں کھاتے ہیں۔

کمیونسٹوں کے پہلے بین الاقوامی اعلان میں جو مارچ ۱۹۱۹ء میں لینن ٹراٹسکی اور دوسرے لیڈروں کے دستخطوں سے شائع ہوا تھا۔ یہ الفاظ درج تھے۔ کہ مزدوروں سے جو سرمایہ داری کے خلاف موت اور زندگی کی جنگ لڑ رہے ہیں۔ یہ مطالبہ کرنا کہ وہ سرمایہ داروں کی جمہوریت قبول کرلیں۔ بالکل ایسا ہوگا۔ کہ اُس شخص سے جو ڈاکوؤں کے خلاف اپنی زندگی بچانے کے لیئے لڑ رہا ہے۔ یہ کہا جائے۔ کہ وہ فرانسیسی جنگ ڈول لڑتے ہوئے ایسے ضوابط منظور کرے۔ جو اُس کے حریف نے تجویز کیئے ہوں۔ اور حریف خود اُن کی پابندی نہ کرتا ہو۔"

آجکل روس میں مزدوروں کی مطلق العنانی ہے۔ لیکن ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ یہ درمیانی زمانہ ہے۔ اور اُس آنے والے زمانے کے لیئے تیاری کی جارہی ہے۔ کہ جماعتی جنگ بالکل بند ہو جائے۔

گی۔ اور صرف ایک ہی جماعت ہوگی۔ اور حکومت برائے نام رہ جائے گی۔ اصلی کمیونزم کا زمانہ وہ ہوگا۔ جبکہ کمیونسٹوں کے اعلان کے مطابق سرمایہ کا غلبہ دُور ہو جائے گا۔ لڑائیاں ناممکن ہو جائیں گی۔ ملکوں کی حدود ناپدید ہو جائیں گی۔ اور تمام دُنیا امداد باہمی کی ایک دوست مشترکہ میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور اُس وقت سچی آزادی اور نوعِ انسان کی برادری قائم ہوگی ؂

باب ششم

روس کے متعلق چند کتابیں

مجھے یاد ہے۔ کہ میں ایک جلسہ دعوت میں شریک ہوا تھا۔ جو سائنسدانوں اور پروفیسروں کی طرف سے دیا گیا تھا۔ بہت سے ملکوں کے آدمی اس جلسہ میں شامل تھے۔ مختلف زبانوں میں تقریریں کی گئی تھیں۔ مجھے یاد ہے۔ کہ ایک نوجوان طالب علم نے بھی تقریر کی تھی۔ جو جنوبی امریکہ کے مقام پوروگوئی سے آیا تھا۔ اُس کو اُس ملک کے طالب علموں نے اس ملک کی سیاحت کے لئے بھیجا تھا۔ اور جو کچھ اس نے دیکھا۔ اُس سے وہ بہت متاثر ہوا۔ اُس نے سپینش زبان میں بڑے دلکش لہجے میں تقریر کی۔ اُس نے کہا۔ کہ وہ سوویٹ روس کے سرخ ستارے کو اپنے دل میں منقش کر کے اپنے دُور دراز وطن کو واپس جائے گا۔ اور سوشل آزادی کا پیغام اپنے رفیقوں کو دے گا۔ اُس نوجوان کے دل پر بڑا ہی اثر ہوا تھا۔ تاہم بہت سے آدمی ایسے ہیں۔ جو ہم سے کہتے ہیں کہ روس انارکسٹوں کا ملک ہے۔ اور وہاں آلام و مصائب

کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ اور بالشویک لوگ خونی اور قاتل ہیں اور جو انسانی سوسائٹی کے دائرے سے باہر چلے گئے ہیں۔ ان میں سے کون سچا ہے؟ ممکن ہے۔ کہ ایک حد تک دونوں سچے ہوں۔ میں کوئی فیصلہ نہیں دوں گا اور قطعی رائے ظاہر نہیں کروں گا۔ میں بھی اثر پذیر شخص ہوں۔ اور تسلیم کرتا ہوں۔ کہ ماسکو سے جو تاثرات میں ساتھ لایا۔ وہ اُس کے حق میں ہیں۔ اور جہاں تک میں نے مطالعہ کیا۔ اُس سے میرے خیال کی تصدیق ہوتی ہے۔ اگرچہ بہت سی باتیں ایسی ہیں۔ جن کو میں نہیں سمجھا۔ اور بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کو میں پسند نہیں کرتا۔ میں صرف وہ حالات لکھوں گا۔ جو میں نے دیکھے ہیں۔ اور بہ امر دوسرے لوگوں پر چھوڑتا ہوں۔ کہ وہ اپنے نتائج خود اخذ کریں لیکن اس بات کا خیال رکھیں۔ کہ جو کچھ میں نے دیکھا۔ وہ اُس کا نہایت ہی جزو قلیل تھا۔ جو مجھے دیکھنا چاہئے تھا۔

پروفیسر کے۔ ٹی۔ شا نے اپنے لیکچروں کے ایک سلسلہ میں (۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۷ء تک روسی تجربہ) جو کچھ بیان کیا ہے۔ وہ بہت کم قابل اعتبار ہے اگرچہ اُس میں واقعات کو رنگ آمیزی دی گئی ہے۔ جو لوگ واقعاتِ روس سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ اُن کو چاہیئے۔ کہ وہ اس کے متعلق ہر قسم کی کتابیں پڑھیں۔ جن سے واقعات کے دونوں پہلو معلوم ہو سکیں۔ مجھ سے اکثر سوال کیا گیا ہے۔ کہ روس کی بابت کون کونسی کتابیں پڑھنی چاہئیں جو کتابیں میری نظر سے گذری ہیں۔ اُن میں سے بعض کا ذکر کرتا ہوں۔ انگریزی میں بہت سی کتابیں ہیں۔ جن میں بالشویک حکومت پر نکتہ چینی کی گئی ہے

بالشویکوں کے حق عہد میں انگریزی زبان میں کتابیں بہت کم ہیں۔ ایسی کتابیں زیادہ تر جرمن اور دوسری زبانوں میں ہیں۔ لیکن حال میں انگریزی میں چند چھوٹی چھوٹی کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ جن میں کمیونزم کے بہت سے پہلوؤں پر اعتراضات کئے گئے ہیں۔ لیکن اُس کے بنیادی اصولوں اور کامیابیوں پر اظہار ہمدردی کیا گیا ہے۔ بالشوازم کا مطالعہ اگر اچھی طرح کرنا ہو۔ تو اسکی ابتدا کمیونزم کی تھیوری اور اُس کی نشوونما کا علم حاصل کرنے کے بعد کرنی چاہیئے۔ بقول بینکوئی ناواقفیت اور کمیونزم ایک جگہ نہیں رہ سکتے اور یہ بات قابل غور ہے۔ کہ آج کل بھی کمیونسٹ لوگ اس بات کے نہایت ہی شائق ہیں۔ کہ وہ اپنے اصولوں کا ہر شخص کے سامنے پرچار کریں۔ اگر وہ کسی شخص کو اپنا ہمخیال بنانا چاہیں۔ تو وہ مارکس کی ایک کتاب "کیپٹل" کے چند فقرے سُناتے ہیں۔ جو کمیونسٹوں کی بائبل سمجھی جاتی ہے۔ یا لینن اور بخارن کی کتابوں پر جو مضامین اینجلز نے لکھے ہیں۔ اُن کے اقتباسات پیش کرتے ہیں۔ لیکن اتنی بڑی بڑی کتابوں کے پڑھنے کے لئے عمر کافی نہیں ہے۔ بلیجیم کالج آکسفورڈ کے ماسٹر اے۔ ڈی۔ لنڈزے نے کارل مارکس کی کتاب کیپٹل پر ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے۔ جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس میں چھپی ہے۔ اُس سے مارکس کے نظریوں کے سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ یہ ایک تنقیدی کتاب ہے۔ ایسی ہی سالڑ کی ایک تصنیف ہے۔ جس کا نام ہے۔ "کارل مارکس اور ماڈرن سوشلزم" جو میکملن نے شائع کی ہے۔ کمیونسٹوں کے نقطۂ خیال کو بہترین طور پر بخارن نے اپنی

کتاب "تاریخی مادہ پرستی" (ہسٹارک میٹیریلزم) میں درج کیا گیا ہے۔ اس کتاب کو جارج ایلین اور انون نے شائع کیا ہے۔ اس کی کتاب سرمایہ داروں کا اقتصادی نظریہ" (اکانومک تھیوری آف لیئرز کلاس) مطبوعہ مارٹن لارنس اور بوگڈونوف کی کتاب" شارٹ کورس آف اکانومک سائنس جسے لندن کی کمیونسٹ پارٹی نے شائع کیا ہے۔ یہ دونوں روس میں لبطور نصاب تعلیم کے پڑھائی جاتی ہیں۔ لینن کی بھی چند کتابیں انگریزی میں ملتی ہیں۔ لیکن میری نظر سے صرف ایک کتاب گذری ہے۔ جس کا نام امپیریلزم اور سرمایہ داری کا آخری مرحلہ" ہے۔ اسے لندن کی کمیونسٹ پارٹی نے شائع کیا ہے۔ جن لوگوں کو اس بحث مباحثہ سے دلچسپی ہے۔ جو بالشویکوں اور جرمن کارل کاٹسکی کے مابین چلا آتا ہے۔ جو اگرچہ بالشویکوں پر زبردست نکتہ چینی کرتے ہیں۔ مگر اپنے آپ کو مارکس کا حقیقی پیرو خیال کرتے ہیں۔ انہیں کاٹسکی کی کتاب لیبر ریوولیوشن" پڑھنی چاہیئے۔ (مطبوعہ جارج ایلین وانون) لینن نے اس کتاب کا جواب دیا ہے۔ اور ٹراٹسکی نے بھی :

پروفیسر لاسکی کی کتاب "کمیونزم،، بڑی قابلیت سے لکھی گئی ہے جس میں کمیونزم کے نظریے اور عملیات پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ جس کا جواب برطانیہ کی کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے دیا گیا ہے۔ لیکن آخرالذکر ... کتاب میری نظر سے نہیں گذری :

یہ کتابیں بلکہ ان میں سے بعض کتابیں متلاشی کے ذہن نشین کر سکتی ہیں۔ کہ بالشویکوں کا مدعا کیا ہے۔ مباحثہ کی تو اور کتابوں کا بھی ذکر کرنا۔

ضروری ہے۔ ایک ٹرائسکی کی کتاب "برطانیہ کدھر جارہا ہے۔ اور نارمن اینجل کی تصنیف "کیا برطانیہ کو ماسکو کے رستے پر چلنا ہوگا؟"

(مطبوعہ نوئل ڈگلس) آر۔ ڈبلیو۔ پوسٹ گیٹ کی کتاب "بالشویک تھیوری" بھی ایک اچھی کتاب ہے۔ اور اس میں سوویٹ طرزِ حکومت پر تنقید کی گئی ہے۔ لیکن یہ کتاب اب نایاب ہے۔ بشرطیکہ ۱۹۲۰ء کے بعد اُس کا نیا ایڈیشن شائع نہ ہوا ہو۔

یہ تو رہا نظریے کا سوال۔ لیکن انقلاب روس کے بڑے بھاری ناٹک اور اندرونی طاقتوں کے سمجھنے کے لئے جن سے یہ بھاری تبدیلی وقوع میں آئی۔ محض نظریے کا مطالعہ کافی نہیں ہے۔ اکتوبر کا انقلاب جو بلاشبہ تاریخ عالم کا بڑا واقعہ تھا۔ بلکہ اولین انقلاب فرانس کے بعد سب سے بڑا واقعہ کہنا چاہیئے۔ وہ نہایت دلچسپ ہے۔ انقلاب کے چشم دید حالات ایک انگریز اور ایک امریکن نے لکھے ہیں۔ انگریز کا نام فلپس پرائس ہے جو "مانچسٹر گارڈین کا روس میں نامہ نگار تھا۔ اس نے اپنی کتاب "انقلاب روس کے متعلق میری یادداشتیں" (مطبوعہ جارج ایلین وانون) میں اُن دنوں کے ایک ایک دن کی مفصل داستان لکھی ہے۔ مارچ کے انقلاب سے لے کر کرنسکی کے برسراقتدار آنے تک اُس نے سارے حالات لکھے ہیں۔ کہ کس طرح سے ماسکو میں بلوہ شروع ہوا۔ اور زار کی حکومت کی صدیوں زنجیریں کس طرح دفعتہً توڑ دی گئیں۔ لینن کس طرح روس میں آیا۔

اور سوویٹ کے اجلاس میں کس طرح اُس کا مضحکہ کیا گیا۔ اور پھر اُسی سوویٹ نے چند ماہ کے بعد اس کو بہت بڑے علاقے کا ڈکٹیٹر مقرر کیا۔ کرنیکی کی رجعت پسندی۔ سوویٹوں کی نشوونما اور اُن کی فتح یابی۔ اور آخر کار بالشویکوں کی کامیابی کے سارے حالات اُس نے لکھے ہیں۔ اُس نے کشمکش کے ان مہینوں کا ذکر کیا ہے۔ جب کہ اندرونی اور بیرونی دشمنوں کے خلاف جد و جہد جاری تھی۔ اور جب کہ سوویٹ کی طاقت محض استقلال سے قائم رہی۔ جب کہ تمام امیدیں منقطع ہو چکی ہوئی تھیں۔

دوسری کتاب جان ریڈ ایک امریکن نامہ نگار کی تصنیف ہے۔ جس کا نام ہے "دس دن جنہوں نے دُنیا کو ہلا دیا"۔ اس میں ماہ اکتوبر کے انقلاب کے پہلے دس دنوں کے واقعات بڑی تفصیل کے ساتھ دیئے گئے ہیں۔ پڑھنے والا بعض واقعات کو پڑھ کر بہت ملول ہوتا ہے اور حیرانی پیدا ہوتی ہے۔ کہ ایسا معجزہ ظہور میں آیا۔ اور انقلابیوں کو کامیابی ہوئی۔ ان لوگوں کی جماعت کی تعریف کرنی پڑتی ہے جو انتہائی رکاوٹوں کے درمیان اپنا فرض ادا کرنے سے نہ چُوکے۔ اور جنگ اور بغاوت کے دوران میں جبکہ موت اور تباہی سے ہر طرف مقابلہ تھا اُنھوں نے ابتری اور بدامنی میں سے ایک سوشلسٹ نظام حکومت مرتب کیا۔ انقلاب کے چوتھے روز بھی انھوں نے اس قدر فرصت نکال لی۔ جب کہ بازاروں میں گولیاں چل رہی تھیں۔ کہ مزدوروں

کے لئے آٹھ گھنٹے کا دن مقرر کریں۔ اور تعلیم عام کرنے کی پالیسی قرار دیں۔ اور ایک ہفتہ کے اندر اندر انہوں نے اقلیتوں کے مسئلے کو حل کر دیا۔ جو ہندوستان میں ہمیں ہر وقت پریشان رکھتا ہے۔ اور اعلان کیا:

(۱) باشندگان روس کی مساوات اور آزادی۔

(۲) باشندگان روس کو اپنی مرضی کے موافق انتظام حکومت قائم کرنے کا حق حاصل ہے۔ خواہ ان میں سے ملک کے بعض علاقے علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کریں۔

(۳) قومی مذہب اور مذاہب کے اعتبار سے خاص حقوق اور حق تلفیوں کی تنسیخ۔

(۴) قومی اقلیتوں کی اور روس میں بسنے والے جداگانہ زبانیں بولنے والوں کی آزادانہ ترقی۔

باب ہفتم

لینن

میں کئی کتابوں کا ذکر کر چکا ہوں۔ جن کے مطالعہ سے انقلاب روس کے اسباب کے سمجھنے میں مدد مل سکتی ہے۔ تمام بڑے بڑے انقلابات مانند انقلاب روس کے اسباب بھی نہایت گہرے تھے۔ یعنی کہ انسانوں کی بہت سی نسلیں صدیوں سے تکلیف میں تھیں۔ دانا لوگ کہتے ہیں۔ کہ دُنیا پر اقتصادی عناصر کی حکومت ہے۔ اور سیاسیات اقتصادیات کی کٹھ پتلیاں ہیں۔ اُس نے بھی تاریخ کے اس سبق کو دہرایا۔ کہ انسان کی تقدیر کو ڈھالتے ہیں۔ اور بعض دفعہ ایک آدمی کی قوت ارادی کروڑوں آدمیوں کی زندگی میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ پس انقلاب پیدا کرنے والوں میں سے بعض آدمیوں کے حالات کا مطالعہ نہایت کار آمد ہوگا جنہوں نے ابتری اور بدامنی میں سے ایک نیا اور مضبوط روس پیدا کیا۔ ان جلاوطنوں نے جو فوجی معاملات کا مطلق علم نہیں رکھتے تھے۔ بہت بڑی بڑی اور فتح مند فوجیں مرتب کیں۔ اور جنہیں کوئی سفارتی تجربہ حاصل نہ تھا۔ انہوں نے دُوسرے ممالک کے جہاندیدہ اور کار آزمودہ

مدبروں کے ساتھ کامیابی کے ساتھ معاملات طے کئے۔ جنہیں تجارت اور ملکی نظم و نسق کا کوئی علم نہ تھا۔ اُنہوں نے حکومت کی عظیم الشان مشینری کو چلایا۔ جس کے ذریعہ تمام ملکی پیداوار اُس تقسیم کا کام سرانجام دیا۔ ان انقلابی لیڈروں میں سب سے بڑا لیڈر لینن تھا۔

اکثر آدمی اُس کی مدح و ستائش میں رطب اللسان رہے ہیں۔ لینن کی سوانح عمری کے متعلق کوئی مستند کتاب میری نظر سے نہیں گذری۔ ایک کتاب جو ہندوستانی ناظرین کے لئے دلچسپ ہوسکتی ہے۔ وہ رینی فلپ ملر کی کتاب لینن اور گاندھی ہے (مطبوعہ پٹینم)۔ یہ کتاب سرسری طور پر لکھی گئی ہے اور اس سے پورے حالات کا پتہ نہیں لگتا۔ لیکن اس میں لینن کے عادات و خصائل کا صحیح مرقع پیش کیا گیا ہے۔ لینن کے کچھ مختصر حالات امیل لڈوگ کی کتاب "جینیس اینڈ کیرکٹر" (مطبوعہ جناتھن کیپ) میں بھی ملتے ہیں۔

لینن کو فوت ہوئے چار سال کا عرصہ گذرا۔ اُس کی عمر پچاس سال سے کچھ اوپر تھی۔ جن میں سے تیس سال مسلسل جد و جہد اور تیاری میں صرف ہو گئے ہیں۔ جن میں مقدمے بازیاں۔ فراری اور سائبیریا میں جلاوطنی بھی شامل ہے۔ آخر میں اُسے فتح حاصل ہوئی۔ لیکن عمر بھر کے خطرات اور دشواریوں کو عبور کرنے کے بعد۔ وہ گولی لگنے سے زخمی ہوا تھا۔ اور اسی زخم کا نتیجہ موت تھی۔ لیکن مرنے سے پہلے وہ تمام دشواریوں اور خطرات پر غالب آچکا تھا۔ اور وہ اپنی فتحمندی کے احساس کے بعد مرا۔ آج اُس کی لاش ممی کی صورت میں ماسکو کے خوبصورت سرخ چوک میں ایک سادہ مقبرے

کے اندر جو قصر کرملین کے نیچے واقع ہے رکھی ہوئی ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ آرام کی نیند سو یا ہوا ہے۔ اور یہ باور کرنا مشکل ہے۔ کہ وہ مرگیا ہے۔ لوگ کہتے ہیں۔ کہ جب وہ زندہ تھا۔ نہ کچھ خوبصورت نہ تھا۔ وہ بالکل معمولی صورت شکل کا آدمی تھا۔ اور شباحت سے روسی معلوم ہوتا تھا۔ لیکن اُس کا مُردہ نہایت خوبصورت ہے۔ اور اُس کے بشرے سے امن اور اطمینان ٹپکتا ہے اُس کے لبوں پر تبسم نمایاں ہے۔ جس سے بظاہر ہوتا ہے۔ کہ اُس نے نہایت دشوار کام کئے۔ اور کامیابی حاصل کی۔ وہ وردی پہنے ہوئے تھے۔ اور ایک ہاتھ کی مٹھی قدرے بند ہے۔ مُردہ حالت میں بھی وہ ڈکٹیٹر معلوم ہوتا ہے ؏

لینن کے مقبرہ کی زیارت کو لوگ دُور دراز سے آتے ہیں۔ ہر شام کو چند گھنٹوں کے لئے مقبرے کے دروازے کھُل جاتے ہیں۔ اور کسانوں اور مزدوروں کی قطاریں مسلسل طور پر اُس کے مزار کے سامنے سے گزرتی ہیں جن کے لئے وہ زندہ رہا اور مرا۔ اور جو اُس سے محبت کرتے تھے۔ عیسائی مذہب روس میں زوال پذیر ہے۔ لیکن لینن کی ہر جگہ پرستش ہو رہی ہے۔ ہر ایک کان بلکہ تقریباً ہر ایک کمرے میں اُس کی تصویر یا اُس کا لسبٹ موجود ہے۔ میکسم گورکی لکھتا ہے۔ کہ وہ کسی مذہبی زمانہ میں ہوتا۔ تو لوگ اُسے ولی سمجھتے۔ اور ہندوستان میں تو ضرور اُسے اوتار سمجھا جاتا۔ لیکن سوویٹ کے حلقوں میں اولیا یا مہاتماؤں کی کوئی قدر نہیں۔ اور روسیوں نے اپنے میں سے ایک سمجھ کر محبت کر کے اُس کی اعلےٰ ترین عزت کی ہے۔ ہر ایک روسی کے

نزدیک وہ ایک بھائی اور ایک رفیق تھا۔ جو ان کی حالتوں سے باخبر تھا۔ اور ان کی بہتری کے لئے جد و جہد کرتا تھا۔ اور جب انہیں کوئی تکلیف ہوتی وہ اُس کے ہی پاس دوڑ کر جاتے تھے۔

گورکی لینن کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے۔ میں نے وہ آنکھیں دیکھی ہیں۔ جو لوگوں کی مصیبتوں کے رنج میں ہمیشہ پُرنم رہتی تھیں۔ یہ رنج آخر دم تک اُس کے دل سے دُور نہ ہوا۔ اُس نے اُسے غضبناک بنا دیا۔ اور اُس کی قوت ارادی کو اس قدر مضبوط کر دیا۔ کہ وہ مستقل مزاج رہے۔ اور آخر اُس نے کامیابی حاصل کی۔ لیکن اپنے ہموطنوں کی تکلیف کے رنج نے اُسے افسردہ خاطر یا چڑچڑا نہیں بنا دیا تھا۔ اُس کا دل زندگی سے لبالب بھرا ہوا تھا۔ اور نہایت فکر و تشویش کے لمحوں میں بھی وہ پُرزور قہقہہ لگا سکتا تھا۔

جب لینن سترہ سال کا تھا۔ تو اُس کا بڑا بھائی زار پر قاتلانہ حملہ کرنے کے اقدام کے الزام میں پھانسی پر چڑھا یا گیا تھا۔ اس واقعہ سے اُس کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ لیکن اُس وقت بھی اُس کا یہ خیال تھا۔ کہ انارکسٹانہ طریقوں سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اُس نے کہا۔ کہ اس طور سے ہمیں کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ یہ صحیح طریقہ نہیں ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں تھا۔ کہ اُس نے جد و جہد سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور اُس نے اپنے طریقے پر تیاری شروع کی۔ یہ بڑا طویل اور پُرتکان راستہ تھا۔ لیکن خاموشی اور استقلال کے ساتھ تیس سال تک اُس نے اُس کیلئے مسلسل کام کیا۔ وہ مزدوروں کا لیڈر

دفعتہً نہیں بن گیا تھا۔ اُس نے پبلک میں تقریریں کرنے یا مضامین لکھنے کی بہت کم پرواہ کی۔ بلکہ عوام الناس کے حالات کو سمجھنے۔ اور اُن کی تحقیقات کرنے میں مصروف ہو گیا۔ بعد کے برسوں میں موثر تقریریں کرنے والوں اور فصیح البیان مقرروں سے وہ سخت نفرت کرتا تھا۔ بہت سی باتیں بنانے والوں سے وہ گھبراتا تھا۔ کیونکہ اس سے عملی کاموں میں فرق پڑتا ہے۔ اُس کے نزدیک عمل ہی سب کچھ تھا۔ اُس کا خیال تھا۔ کہ انقلاب کی تجویزیں صرف کاغذ پر ہی لکھی نہ رہنی چاہئیں۔ بلکہ انہیں عمل میں لانا چاہیئے۔ اور سوویٹ اشیاء کی ہستی قائم رکھنے کے لئے ایک معمولی تجویز پر عمل کرنا بھی دس رزولیوشن پاس کرنے سے بہتر ہے۔ بقول میکسم گورکی لینن کی بہادری میں کوئی ظاہری چمک دمک نہ تھی۔ اُس میں تارک الدنیا لوگوں کا سا جوش و خروش تھا۔ وہ ایک انقلاب پسند تھا۔ جو اسی دُنیا میں انصاف ہونے کے امکان پر یقین رکھتا تھا۔ وہ اُس شخص کی مانند بہادر تھا۔ جس نے اپنے اعلےٰ مقصد کے لئے تمام دنیوی آسائشوں کو ترک کر دیا۔

نہایت مشکلات کے وقت وہ بڑا ہشاش بشاش رہتا تھا۔ اور جس دم کہ حکومت سخت خطرے میں پڑی تھی۔ اور چھوٹی چھوٹی باتوں کی تفصیل پر اپنی توجہ مرکوز کرنے میں تامل نہ کیا کرتا تھا۔ ۱۹۲۱ء کے نازک زمانے میں جبکہ خود ماسکو پر دشمنوں نے حملے کا ارادہ کیا تھا۔ اور اکثر لوگوں کا خیال تھا۔ کہ سوویٹ کی طاقت کا خاتمہ ہونے والا ہے۔ اُس وقت لینن دیہات میں برقی روشنی جاری کرنے کی فکر میں لگا ہوا تھا۔ اور بعض رفیقوں کو فوراً ہی برقی روشنی

مہیا کرنے کا فرمان اُس نے جاری کیا:

لینن کو نہایت ہی مستقل مزاج اور ٹھنڈے دل و دماغ کا آدمی خیال کیا جاتا تھا۔ وہ کبھی جوش میں نہ جاتا تھا۔ اور اپنے بہترین دوستوں کی ضد کے سامنے کبھی نہ جھکتا تھا۔ خواہ اُن سے دوستی منقطع ہو جائے۔ وہ ایسے ہمدردوں کی پرواہ نہ کرتا تھا۔ جو سرگرمی کے ساتھ اس کے کام میں شریک نہ ہوں۔ وہ صرف ان لوگوں کو پسند کرتا تھا۔ جو پوری گرمجوشی کے ساتھ اُس کے شریک کار ہوں۔ اور جو اپنا تن۔ من۔ دھن سب کچھ مقصد کے لئے قربان کر دیں۔ انقلابی ماہروں کو خاموشی اور احتیاط کے ساتھ تعلیم دے کر انقلاب کی تیاریاں کی گئیں۔ یعنی ایسے آدمی جن کا پیشہ ہی انقلاب انگریزی تھا۔ وہ لوگ نہیں جو محض خیالی ہمدرد تھے۔ اس نے یہ بات سمجھ لی تھی۔ جیسے ہندوستان میں ہم نے اب قدرے سمجھنا شروع کیا ہے۔ کہ ناتجربہ کار لوگوں کے لئے جو اپنے روزمرہ کے کاموں سے بہت کم فرصت نکال سکتے ہیں۔ اور جنہیں کوئی خاص قسم کی تربیت نہیں دی گئی ہے ان لوگوں کے ساتھ جنگ کرنا اگر ناممکن نہیں۔ تو دشوار ضرور ہے۔ جو موجودہ عہدِ حکومت کی حفاظت کرنے کے کام میں ماہر کامل ہیں۔ اور تمام وقت اپنے کام میں لگے رہتے ہیں۔ اس نے لکھا۔ کہ تمہارے رفیقوں کو ماہر کامل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ جب میں ناکافی تیاریوں کا ذکر کرتا ہوں۔ تو میں خود بھی الزام سے بری نہیں رہ سکتا۔ میں نے اُن لوگوں کے ساتھ کام کیا ہے۔ جنہوں نے بہت مشکل ذمہ واریوں کا بوجھ اپنے سر لیا۔ لیکن اس

احساس سے ہمیں بہت نقصان پہنچا۔ کہ ہم اناڑی ہیں۔ جس قدر اس امر کا اقرار کرنے میں مجھے ندامت ہے۔ اُسی قدر اُن بھاڑے کے سوشلسٹوں پر مجھے غصہ ہے۔ جو اس بات کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔ کہ ہم انقلاب پسندوں کو اناڑیوں کی سطح پر لانے کی جرأت نہیں کر سکتے۔

یہ امر زیادہ سچائی کے ساتھ ہم میں سے اُن سب لوگوں پر عائد ہوتا ہے۔ جو سیاسیات میں ادھورے دِل سے دخل دیتے ہیں۔

لینن دفع الوقتی کے اتحاد پر یقین نہیں رکھتا تھا۔ جس کا ہمارے ملک میں بہت کچھ چرچا ہے۔ کہ ۱۹۰۳ء میں اُس نے عملی کارروائی پر اصرار کیا۔ اور جب دوسرے لوگوں نے نہ مانا۔ تو اُس نے پارٹی کو توڑ دیا اور اُس کے ساتھی ٹراٹسکی نے اُس پر الزام لگایا۔ کہ وہ پارٹی کا تباہ کرنے والا ہے۔ لینن نے اس بات پر زور دیا تھا۔ کہ پارٹی کے قواعد و ضوابط میں یہ ضابطہ بھی شامل کیا جائے۔ کہ ہر ایک ممبر سرگرمی کے ساتھ کام میں حصہ لے۔ یہ کافی نہیں ہے۔ کہ وہ صرف مالی امداد دے۔ پارٹی کی اقلیت یہ چاہتی تھی۔ کہ صرف مالی امداد دے۔ اور زبانی ہمدردی کرے۔ لیکن لینن یہ بات قبول نہ کرتا تھا۔ وہ صرف عمل کا خواستگار تھا۔ نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عملی کام کرنے والے مالی امداد دینے اور زبانی ہمدردی کرنے والوں سے علیحدہ ہو گئے۔ اور بعد میں جب اُس کے سامنے یہ تجویز پیش کی گئی۔ کہ پارٹی کے دونوں حصوں میں اتحاد ہو جانا چاہیئے۔ تو اُس نے مسکراتے ہوئے جواب

دیا۔ کہ سیاسی مخالفوں کے ساتھ میں ایک ہی قسم کا راضی نامہ کرنا جاتا ہوں۔ کہ انہیں کچل دینا چاہیئے۔ یہ الفاظ اُس نے بغیر کسی جذبے اور جوش کے اظہار کے کہے تھے۔ رفتہ رفتہ اُس کے ساتھی اس سے علیحدہ ہوتے گئے۔ لیکن اُس نے ذرا پرواہ نہ کی۔ اور اپنے اصولوں سے ایک انچ بھی پیچھے نہ ہٹا۔ اُس نے کہا۔ کہ شاید میں تنہا رہ جاؤں۔ لیکن میں اپنی رائے تبدیل نہ کروں گا۔ میں ہمیشہ اپنی رائے کا پرچار کروں گا۔ اور سیدھا راستہ اختیار کرونگا۔

اگرچہ وہ بڑا ضدی اور کبھی نہ جھکنے والا تھا۔ تاہم اگر کبھی ضرورت پڑتی تو وہ اپنی پالیسی تبدیل کرنے پر رضامند ہو جایا کرتا تھا۔ لوناکرسکی جو لینن کا دوست تھا۔ اور آج کل روس میں وزیر تعلیم ہے۔ وہ اُسے موقع شناس دانشمند کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ ایک مرتبہ اصول کی بابت راضی نامہ کرنے کے سلسلے میں لینن نے لکھا تھا۔ کہ یہ بالکل بچوں کی سی بات ہے،، اور پھر ایک موقع پر جب اُس پر یہ الزام لگایا گیا۔ کہ وہ سوشلزم کے ایک اصول سے انحراف کر رہا ہے۔ تو اُس نے لکھا۔ کہ تم مُرغیوں سے بھی بدتر ہو۔ مرغی میں یہ ہمت نہیں ہوتی۔ کہ چاک سے کھینچی ہوئی لکیر کے پار چلی جائے۔ لیکن وہ اپنے آپ کو کم از کم یہ کہہ کر حق بجانب ٹھیرا سکتی ہے۔ کہ چاک کا دائرہ کسی دوسرے شخص نے کھینچا ہے لیکن تم نے اپنے دائرے خود بنائے ہیں۔ اور اب بجائے حقیقت پر نظر رکھنے کے چاک کے دائرے کی طرف دیکھ رہے ہو۔

غالباً ہندوستان میں بھی ہماری اپنی بنائی ہوئی چاک کی بہت سی لکیریں ہیں۔ جو ہمیں حقیقت کو دیکھنے سے باز رکھتی ہیں۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو ۱۹۰۵ء کی ناکامی کے بعد بہت متعجب کیا۔ اس شکست سے دل نہ ہار کر مسلح بغاوت کے حامی نے دفعتہً اس امر کی سفارش کی۔ کہ ڈیوما کے انتخاب میں حصّہ لیا۔ جو اعتدال پسندوں کی اور نیم سرکاری پارلیمنٹ تھی۔ اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔ کہ ڈیوما کے اجلاسوں کی مفصل رپورٹوں کا مطالعہ کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ وہ اپنے اصولوں کو ترک کرنے کی خواہش رکھتا تھا۔ اور ارتقاء کے طریقے اختیار کرنا چاہتا تھا۔ بلکہ اس نے یہ محسوس کیا تھا۔ کہ انقلابی پروپاگنڈا ڈیوما کے ذریعے ہی کیا جا سکتا ہے۔ لوگوں نے اُسے کمزور دل خیال کیا۔ لیکن اس لعن طعن کی پروا نہ کر کے وہ اپنے راستے پر چلتا رہا۔ تاہم مسلح بغاوت کو اُس نے اپنا اصلی مقصد بنائے رکھا۔ ہندوستان میں بھی کونسلوں کے داخلے کے متعلق بحث مباحثے ہوتے رہے ہیں۔ ان کے لئے روسی انقلابیوں کی یہ تبدیلی محاذ خالی از دلچسپی نہ ہوگی ؛

ہندوستان میں آج کل اتحاد کی کانفرنسوں اور میثاقوں کا زمانہ ہے۔ لہٰذا اس معاملہ میں لینن کی رائے دلچسپی سے پڑھی جائے گی۔ ۱۹۱۶ء میں ایک دوست کو اُس نے چھٹی میں لکھا۔ کہ سرمایہ دار اور برل اور سوشل انقلاب پسند جو بڑے مسائل پر سنجیدگی کے ساتھ

کبھی غور نہیں کرتے۔ بلکہ دوسروں کے بنائے ہوئے معاہدوں پر چلتے ہیں۔ وہ ہمیشہ اختلافات اور اندرونی تنازعات کا رونا روتے رہتے ہیں سوشل حریت اور ان سب کے درمیان یہی فرق ہے۔ سوشل طبقوں کی جماعتوں کے درمیان جو جنگ ہوتی رہتی ہے۔ اس کا سبب خیالات کی عمیق گہرائی میں مضمر ہے۔ سطح پر اُن کے اختلافات پر روغن پھیرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جبکہ اندرونی طور پر وہ بالکل خالی ہوتے ہیں۔ لہٰذا سوشل آزادی کے مختلف میلانات کی زبردست جنگ کو میں کسی قیمت پر بھی دفع الوقتی کے اتحاد سے تبدیل نہیں کرونگا۔"

اس طور سے لینن نے ایک بڑے دن کے لئے تیاری کی۔ اور جب ۱۹۱۷ء کے شروع میں وہ دن آیا۔ تو اُسے انقلاب کی رہنمائی کے لئے سوئٹزرلینڈ سے بُلایا گیا۔ چلتے ہوئے سوئٹزرلینڈ کے مزدوروں کے لئے ایک پیغام چھوڑ گیا۔ اس پیغام میں جوش و خروش کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ نہ عمر بھر کی محنتوں کے پھل لانے کا وقت قریب آ جانے پر کسی قسم کی خوشی کا اظہار ہے۔ اس نے ایک سائنسدان کی طرح صرف یہ بتلایا کہ رُوس کی حالت کیا ہے۔ اور میں کیا کرنا چاہتا ہوں۔"

ہم میں سے اکثر لوگوں کے لئے اپنے آدرشوں اور اپنی تھیوریوں پر حقیقت کے رنگ میں خیال کرنا مشکل ہے۔ ہم نے برسوں تک سوراجیہ کے مسئلہ پر گفتگو کی ہے۔ اور بے شمار مضامین لکھے ہیں۔ لیکن جس وقت سوراجیہ آئے گا۔ غالباً وہ فتنۃً آئے گا۔ ہم نے کانگرس میں مکمل آزادی کا

ریزولیوشن پاس کیا ہے۔ لیکن ہم میں کتنے ہیں۔ جو پورے طور پر اس کے مفہوم کو سمجھتے ہیں۔ بعض اپنے افعال اور حرکات سے اس کا مضحکہ کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک وہ کوئی ایسی شے ہے۔ جو عرصۂ دراز کے بعد حاصل ہوگی۔ ایسی چیز نہیں ہے۔ جو آج یا کل حاصل ہو۔ وہ اپنی کانفرنسوں میں سوراجیہ اور آزادی کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر اُن کے دلوں میں کچھ اور ہے۔ اور ان کی کارروائیاں نہایت کمزور اور ادھورے دل سے ہوتی ہیں ؛

روس میں بھی پرانی نسل کے انقلابی فیاسیات کی دنیا میں رہتے تھے۔ اور اپنے آدرشوں کے حاصل کرنے پر بہت تھوڑا یقین رکھتے تھے لیکن لینن حقیقی مدعا کو لے کر آیا۔ اور پُرانے زمانے کے سوشلزم اور انقلاب کی عمارت کو اُس نے ہلا دیا۔ اُس نے لوگوں کو یہ خیال کرنا سکھلایا۔ کہ جس آدرش کا وہ خواب دیکھ رہے ہیں۔ اور جس کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ وہ محض خیالی بات نہیں ہے۔ بلکہ ایسی شے ہے۔ جس کو اسی وقت حاصل کیا جاسکتا ہے۔ اس نے اپنی حیرت انگیز قوت ارادی سے قوم کی قوم کو ہپناٹائز کر لیا اور کم حوصلہ اور بکھرے ہوئے لوگوں کے دلوں کو ہمت اور عزم صمیم سے بھر دیا۔ اور اعلےٰ مقصد کے لئے تکلیفیں اٹھانے اور مصیبتیں برداشت کرنے کی طاقت ان میں پیدا کر دی ؛

اس حیرت انگیز فتح مندی میں اکثر لیڈر روس نے پورا حصہ لیا تھا۔

خاص کر ٹرانسکی نے جو آج کل سائبیریا میں ہے ۔ لیکن لینن کا درجہ سب سے اعلےٰ ہے ۔ وہ گنہگار تھا یا ولی ۔ لیکن یہ معجزہ زیادہ تر اُسی کا تھا ۔ اور ہم رومن رولینڈ کے ساتھ مل کر بجا طور پر کہ سکتے ہیں ؛ کہ اس صدی میں لینن سب سے بڑا عملی انسان تھا ۔ اور ساتھ ہی نہایت بے غرض ؛

باب ہشتم

اور کتابیں

میں نے لکھا ہے۔ کہ آج کل کے روس کو سمجھنے کے لئے اشتراکیت کی تھیوری اور انقلاب روس کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اس معاملہ میں میرا علم نہایت محدود ہے۔ اس لئے میں نے چند کتابوں کا نام لیا ہے جو اس تلاش میں ہمیں مدد دے سکتی ہیں۔ لیکن انقلاب کی کامیابی نہ تو تھیوری میں ہے۔ نہ روسیوں کے جوش و خروش اور دلبری میں اور نہ لینن کی عظمت میں۔ یہ بھی نہیں کہا جا سکتا۔ کہ انقلاب ناکام رہا ہے کیونکہ بالشویکوں نے اپنے مخالفوں کو بے رحمی کے ساتھ نابود کر دیا۔ اور سُرخ خطرے کو سفید خطرے کا مقابلہ پیش آیا۔ کامیابی کی اصلی کسوٹی عوام الناس کی شادمانی کا معیار ہے۔ یہ کسی قدر تو لوگوں کی ذہنیت کا سوال ہے۔ لیکن ایک حد تک مادی حالت اور اعداد وشمار بھی صحیح اندازہ بتا سکتے ہیں۔ کسی قوم کی ذہنیت اس کے حالات کا پورا پورا علم حاصل کئے بغیر معلوم نہیں کی جا سکتی۔ یہ ممکن ہے۔ کہ ظلم وستم کے ہاتھوں سے رہائی نہایت خوشی آئند ہوتی ہے۔ خواہ کچھ عرصہ

کے لئے مادی بہبودی کا معیار رکم ہوجائے۔ اور روس کو جانے والے سیاح بتاتے ہیں۔ کہ انقلاب کی ابتدائی برسوں میں جبکہ اندرونی جنگ اور ناکہ بندی کی وجہ سے روس کی آبادی فاقے کر رہی تھی۔ تو خوراک کی قلت اور دوسری تکالیف کے احساس کو نئی آزادی نے بہت کچھ کم کر دیا تھا۔ لیکن ذہنیت کے سوال کو الگ رکھ کر ہمیں ان مادی حالتوں کا مطالعہ کرنا چاہیئے۔ جو انقلاب سے پیدا ہوئیں۔ اور سال بسال جو کچھ تبدیلیاں ہوتی رہیں۔ اور صرف اسی طریقے آیندہ ترقی یا تنزل کا ہم صحیح اندازہ کر سکیں گے۔"

اس تحقیقات کے لئے کافی مصالحہ موجود ہے۔ لیکن بدقسمتی سے اس معاملہ میں میری واقفیت نہایت محدود ہے۔ میں یہاں چند کتابوں کا ذکر کروں گا۔ جو میں نے پڑھی ہیں۔ یا جن کا میں نے تذکرہ سنا ہے۔ اینٹن کارل گرین پروفیسر کوپن ہیگن یونیورسٹی کی تصنیف "بالشویک رشیا" (مطبوعہ جارج ایلن اینڈ انون) ایسی کتاب ہے۔ جو بالشویکوں کے خلاف پروپاگنڈہ کرنے کی غرض سے لکھی گئی ہے۔ اس کتاب کا میں نے اس وجہ سے ذکر کیا کہ معاملے کا دوسرا پہلو بھی اچھی طرح واضح ہوجائے۔ برٹ اینڈ رسل کی کتاب "تھیوری اینڈ پریکٹس آف بالشوازم" (مطبوعہ جارج ایلن اینڈ انون) میں بھی سوویٹ طرز حکومت پر نکتہ چینی کی گئی ہے۔ اگرچہ اعتدال کے ساتھ برٹ اینڈ رسل اور اُس کی بیوی دونوں روس گئے تھے۔ تعجب یہ ہے۔ کہ دونوں مختلف احساسات لے کر واپس آئے۔ جو کچھ اُس نے دیکھا

وہ اُس سے نہایت معموم ہوا۔ لیکن اُس کی بیوی نہایت محظوظ ہوئی۔ اُس کا یقین ہے۔ کہ بالشویک ایک نہایت خوشی سے لبریز زندگی کی بنیاد ڈال رہے ہیں۔ یہ دونوں اُس زمانے میں سیاحت روس کو گئے تھے۔ جب کہ روس خانہ جنگی کے تاریک زمانے سے پورے طور پر ہوش میں نہیں آیا تھا۔

ایک اور قابل دید کتاب جو اگر عمدہ تصویروں کے لحاظ سے دیکھی جائے رینی فلپ ملر کی تصنیف ہے۔ جس کا نام " مائنڈ اینڈ فیس آف بالشوازم " ہے (مطبوعہ پٹ نیم) اس میں روس کا تمدنی پہلو دکھایا گیا ہے۔ اور اگرچہ یہ کتاب مخالفانہ ہے۔ لیکن اُس سے زمانہ حال کے روس کے اکثر رجحانات کا پتہ لگتا ہے۔

حال کی اور مطبوعہ کتاب جن کی تعریف کی گئی ہے۔ مگر جو میری نظر سے نہیں گذری۔ مورس ڈالیس کی تصنیف ہے۔ اس کا نام ہے " انقلاب کے بعد روس کی اقتصادی ترقی " (مطبوعہ اٹلیج) ڈالبس بہت بڑا ماہر اقتصادیات ہے۔ جسے انقلاب کے بنیادی اصولوں سے ہمدردی ہے۔ تاہم اس کتاب میں سائنٹیفک طور پر تنقید کی گئی ہے۔

حال کی ایک اور تصنیف انگریز مزدوروں کے وفد کی رپورٹ ہے۔ جو پچھلے سال دسویں جشن آزادی کی تقریب میں شامل ہوا تھا۔ اس کتاب کا نام آج کل " سوویٹ روس " ہے (مطبوعہ لیبر ریسرچ ڈیپارٹمنٹ لنڈن)۔ یہ علانیہ طور پر روس کے دوستوں کی رپورٹ ہے۔ تاہم اس میں قیمتی واقفیت

درج ہے۔ اُس پر انگلینڈ اور سکاٹ لینڈ کی بانوے مزدور انجمنوں کے نمائندوں کے دستخط ہیں۔ لہٰذا اُسے آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اور اس قسم کی کوئی دستاویز خواہ وہ کیسی ہی جانبدارانہ ہو۔ اُسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس میں زیادہ نکتہ چینی نہیں ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے دیکھا اُس کا بیان نہایت گرمجوشی سے کیا گیا۔ وہ لکھتے ہیں۔ کہ "جو کچھ ہم نے ایک ایک دن میں مشاہدہ کیا۔ وہ پورے طور پر ضبطِ تحریر میں نہیں آ سکتا۔ یہ امر قابل غور ہے۔ کہ روس کے ملک میں سرمایہ داری اور جاگیرداری کا بھاری بوجھ جو عوام کو کچل رہا تھا۔ دُور کر دیا گیا ہے۔ اور مزدوروں کے لئے علم و ہنر کے خزانے کھول دیئے گئے ہیں"۔ مزدور لیڈروں کے دل پر حالات روس کے معائنہ سے اس قسم کا اثر پڑنا بجائے خود قابل غور امر ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ مختلف ممالک کے مزدوروں کے دلوں میں انقلاب روس اثر ڈال رہا ہے۔ اور ماسکو مزدوروں کا مکہ بن رہا ہے۔ سوویٹ روس نے اپنے خواب کو حقیقت میں ظاہر کر کے اُن کے دل میں نئی امیدیں اور نئے حوصلے پیدا کر دیئے ہیں۔

مجھے یاد ہے۔ کہ ایک حبشی مزدور سے میری ملاقات ہوئی تھی جو امپیریلزم کی مخالفت کانگرس منعقدہ برسلز میں شریک ہونے کی غرض سے جنوبی افریقہ سے آیا تھا۔ یہ شخص دنیا کے حالات سے زیادہ واقف نہ تھا۔ اور اس کا مطالعہ وسیع نہ تھا۔ وہ بالکل سیدھا سادہ مزدور تھا۔ اُس نے کانگرس میں بیان کیا تھا۔ کہ اگرچہ روس کے خلاف مجھ سے بہت کچھ کہا گیا ہے۔ لیکن

میرا دل کہتا ہے۔ کہ یہ باتیں سچّی نہیں ہیں۔ اور ہیں اور میرے ہمجنس روس کے ساتھ ہمدردی رکھتے ہیں۔ اور امید بھرے دلوں سے روس کو دیکھتے ہیں۔

برطانوی لیبر وفد کی یہ رپورٹ ہمیں مختصر عبارت میں بہت سے واقعات اور تاثرات کا علم دیتی ہے۔ اُس میں کارخانوں اور کام کرنے والوں کی حالتوں اُن کی شرحِ اُجرت اور مکانوں کے کرائے۔ مکانوں کی حالت تعلیم۔ جیلخانے کسانوں کی کیفیت اور تعاون کے حالات بتاتی ہے۔ اس رپورٹ کے پڑھنے کے بعد انسان ایسا محسوس کرتا ہے۔ کہ کچھ اس میں لکھا ہے۔ اگر اس سے آدھی باتیں بھی سچ ہوں۔ تو روس بڑا خوش قسمت ملک ہے۔

کتابوں کا ایک اور سلسلہ نیویارک کا وان گارڈ پریس شائع کر رہا ہے ہر ایک جلد کی قیمت ۵۰ سنٹ ہے۔ اور اس میں ۱۳ جلدیں شامل ہیں۔ جس میں روس کی زندگی اور حالات کے ہر ایک پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اُن کتابوں کے مصنّف بڑے مشہور اہلِ قلم ہیں۔ جنہیں اُس ملک کا خاص علم حاصل ہے۔ اُن میں سے پہلی جلد کا نام ہے "سوویٹس میں کس طرح کام ہوتا ہے" یہ ایچ این برسفورڈ کی تصنیف ہے۔ دوسری جلدوں میں روس کی خارجہ پالیسی۔ اُس کے مذہب۔ دیہاتی زندگی۔ اقتصادی نظام خاندانوں کا انتظام۔ مدرسوں کے اہتمام۔ سول آزادی۔ ٹریڈ یونینوں اقلیتوں اور فنون لطیفہ اور تمدن کا ذکر ہے۔ یہ کتابیں روس کے متعلق لٹریچر میں ایک قیمتی اضافہ ہیں۔

انقلاب کو روس میں دس سال ہو چکے ہیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ

ان میں سے پہلے پانچ سال بیرونی اور اندرونی دشمنوں اور قحط سالی اور
ناکہ بندی کے خلاف جدوجہد میں گزر گئے۔ کئی ایک دشمنوں نے حملہ کرکے
ممالک غیر سے سامان خوراک کی آمد کے راستے روک کر اس کا گلا گھونٹنا
چاہا۔ برسوں تک انقلاب متزلزل حالت میں رہا۔ اور ملک کی اقتصادی
زندگی ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ صرف پچھلے پانچ سال میں اُسے امن میسر رہا
ہے۔ اور اپنی پیداوار کے ذرائع کو ترقی دینے کا موقع ملا ہے۔ لیکن اس
عرصہ میں بھی یوروپ کی کئی ایک گورنمنٹیں اس کے خلاف رہی ہیں۔ نیز
سرمایہ داروں کا سب سے بڑا ملک امریکہ اس کی مخالفت پر کمربستہ رہا
ہے۔ اپنے ذرائع کو ترقی دینے کے لئے روس کے پاس روپیہ نہ تھا۔ اور
دوسرے ملکوں نے قرضہ دینے سے انکار کر دیا۔ پس اگر ان پانچ برسوں
میں اس نے کچھ ترقی کی ہے۔ تو باوجود ان مشکلات کے کی ہے۔ بنظر
غائر دیکھنے والوں کی یہ رائے ہے۔ کہ بلاشبہ اس نے ترقی کی ہے۔
اور آٹھ سال کی جنگ میں جس قدر نقصانات ہوئے۔ وہ اُس نے
پورے کر لئے ہیں۔ آج کل روس میں اس قدر پیداوار ہوتی ہے۔ جو
۱۹۱۴ء کی پیداوار سے زیادہ ہے۔ جبکہ جرمن کے ساتھ جنگ شروع
ہوئی تھی۔ اور اب یہ پیداوار بسرعت تمام بڑھ رہی ہے ؛

ریاست ہائے متحدہ امریکہ نے سرکاری طور پر سوویٹ گورنمنٹ کو
تسلیم نہیں کیا۔ لیکن اس سرکاری مخالفت کے باوجود روس کی ترقی
پیداوار کی وجہ سے امریکن تاجر اُس کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں۔ اور

بہت سے پروفیسر اور طالب علم رُوس کے حالات کا مشاہدہ کرنے اس ملک میں جا رہے ہیں۔ روس میں آج کل سیاح کثرت سے آتے ہیں اور طلباء اور محققین کی تعداد بھی کچھ کم نہیں۔ نہ صرف سوشلسٹ خیالات کے لوگ روس کی نئی حالتوں کی تعریف کرنے جاتے ہیں۔ بلکہ سرمایہ دار بھی بیوپار کی جستجو میں جاتے ہیں۔ نیز یہ دیکھنے کہ ان کے خیالات سے مختلف خیال رکھنے والے لوگ کس قسم کے ہیں۔ ان سیاحوں میں مشرقی ممالک کے لوگ بھی کچھ کم نہیں ہوتے۔ مثلاً چین۔ ایران اور افغانستان کے لوگ بھی بکثرت جاتے ہیں۔ وہ خاص کر وہاں کا طریقہ تعلیم زراعت کو پرالیش اور فوجی تنظیم کا مطالعہ کرنے جاتے ہیں جس وقت ہم ماسکو میں صیغۂ تعلیم کے کمشنر سے ملنے گئے۔ تو وہاں افغانستان کی وزارت تعلیم کے دو اعلےٰ افسروں کو دیکھ کر حیران ہو گئے۔ جن میں سے ایک علی گڑھ کالج کا پرانا طالب علم تھا۔

کیا خوب ہو۔ اگر ہمارے پروفیسر اور طلباء بھی رُوس میں سیاحت کی غرض سے جائیں۔ اور وہاں کی تعلیمی اور زراعتی ترقیوں کا مشاہدہ کریں۔ سیاست دانوں کے جانے کی نسبت ان لوگوں کی سیاحت سے ہمیں زیادہ فائدہ پہنچے گا۔ ہماری یونیورسٹیاں چھوٹے چھوٹے وفد اس مقصد کے لئے آسانی سے بھیج سکتی ہیں

ہماری یونیورسٹیاں اور دوسری علمی سوسائٹیاں اگر برطانوی گورنمنٹ مزاحمت نہ کرے۔ تو روس کی تعلیمی اور ادبی مرکزوں کے۔

ساتھ خط و کتابت کے ذریعہ ربط ضبط پیدا کر سکتی ہیں۔ اور کتابوں کا تبادلہ کر سکتی ہیں۔ روسی اس تعاون کی قدر کریں گے۔ اور ہر قسم کی واقفیت بڑی خوشی سے بہم پہنچائیں گے۔ وہ پمفلٹ اور چھوٹی چھوٹی کتابیں مختلف زبانوں میں جن میں انگریزی بھی شامل ہے۔ شائع کرتے رہتے ہیں۔ جن میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ کہ کن کن باتوں میں روس نے کس قدر ترقی کی۔ اس میں شک نہیں۔ کہ ان کتابوں میں یکطرفہ بیان ہوں گے۔ لیکن اُن سے سرکاری مطمح نظر ہو جائے گا۔ اور اُن سے تازہ اعداد و شمار معلوم ہوتے رہینگے ماسکو کے سررشتۂ تعلیم کا محکمہ اطلاعات ترقئے تعلیم کے متعلق باقاعدہ شمار و اعداد اور سالانہ رپورٹیں شائع کرتا رہتا ہے ؛

ممالک غیر کے ساتھ کلچرل تعلقات کی سوسائٹی روسی۔ انگریزی، فرانسیسی اور جرمن زبانوں میں ایک ہفتہ وار بلیٹن شائع کرتی ہے۔ اس سوسائٹی کا پتہ یہ ہے۔ ملایا نکسکایا نمبر ۶۔ ماسکو۔

نواں باب

کاشتکاری

ماسکو میں جن عمارتوں کو ہم نے دیکھا۔ اُن میں سب سے زیادہ دلکش کاشتکاروں کا مرکزی ہوم ہے۔ یہ بہت بڑی عمارت ہے جس کے اندر عجائب خانے۔ مظاہروں کے کمرے۔ لیکچروں کے کمرے اور ۳۵۰ آدمیوں کی سکونت کی جگہ ہے۔ ہر ایک شے جو کاشتکاروں کے مفید مطلب ہو۔ وہاں موجود ہے۔ زراعتی پیداوار کی اعلےٰ نمائش کی گئی ہے۔ ہر ایک چیز پر ٹکٹ لگے ہوئے ہیں۔ اُسی قسم کی دوسری چیزوں سے اُس کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ اور ہر ایک بات کھول کر بیان کی گئی ہے۔ کئی ہال نو ایجاد آلاتِ زراعت اور مشینری اور حفظانِ صحت کے تازہ بتازہ ماڈلوں اور فارموں کے آلات سے لبریز ہیں۔ اس عمارت کا دوسرا حصہ حفظانِ صحت کے پرچار کے لئے وقف ہے۔ تصویروں اور پوسٹروں اور ماڈلوں کے ذریعہ بتایا گیا ہے۔ کہ بیماریوں سے کس طرح بچ سکتے ہیں۔ اور گھروں کو صاف اور صحت بخش حالت میں رکھ سکتے ہیں ؛

ایک بڑا بھاری ہال محض بجلی کے لئے وقف ہے۔ اور اُس میں طرح طرح کے ماڈل کام کرتے ہوئے دکھائے گئے ہیں۔ جن سے واضح ہوتا ہے۔ کہ روشنی اور زراعتی مقاصد کے لئے بجلی سے کس طرح کام لیا جاتا ہے۔ مختلف پیمانوں کے واٹر پمپ جو برقی طاقت سے چلتے ہیں۔ زیادہ تر دکھلائے گئے ہیں۔ ایک بڑا نقشہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ تمام روس کے اندر بجلی کی طاقت کے سٹیشن اس قدر جلدی بنائے گئے۔ یہ تمام مظاہرات کاشتکاروں کے ذہن نشین کرنے کی غرض سے کئے گئے ہیں۔ کہ بجلی اُن کاموں میں کہاں تک مدد دے سکتی ہے۔

بہت سے کاشتکار اس عمارت میں آتے ہیں۔ اور مختلف شعور و مرز میں تمام آلات کی وضاحت اُن کے سامنے کی جاتی ہے۔ کاشتکاروں کے سامنے تعلیمی معاملات پر روزانہ لیکچر دئے جاتے ہیں۔ اور قانونی اصطلاحی مشورے مفت دئے جاتے ہیں۔ فن زراعت کی تربیت کے لئے کاشتکاروں کو زیادہ سے زیادہ دو مہینے وہاں رہنے کی اجازت ہے۔ اس عمارت کے ساتھ ایک ہوٹل بھی ہے۔ جہاں بہت تھوڑے خرچ پر کھانا مہیا کیا جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا۔ کہ وہاں بہت سے تاریخ وار دیہاتی لوگ کھانا کھا رہے تھے۔

یہ بڑا قابل دید انسٹیٹیوشن ہے۔ اور ہر شخص سے یہ محسوس کرتا ہے۔ کہ ایسے واحد مرکز ہی سے کاشتکاروں کو بہت فائدہ پہنچتا ہوگا۔ لیکن ہمیں بتایا گیا۔ کہ تمام یونین میں اس قسم کے ہوم جابجا بنائے جا رہے ہیں۔ اگرچہ اُن میں سے اکثر مرکزی ہوم کی نسبت بہت چھوٹے ہیں۔ اس قسم کا ایک ہوم شہر ماسکو میں ماسکو ڈسٹرکٹ کے لئے بنایا گیا ہے۔ اور ایسے ۵۰ ۲ ہوم

صرف روس خاص میں واقع ہیں۔ ماسوا یوکرین اور ایشیائی روس کے جہاں ایسے بہت سے ہوم ہیں۔ یہ صدہا ہوم کاشتکاروں کے مطمح نظر کو بہت قلیل عرصے میں تبدیل کر دیئے ہونگے۔

روس جیسا کہ سب کو معلوم ہے۔ کاشتکاروں کا ملک ہے: تاہم انقلاب کا تمام تر بوجھ اس کے ابتدائی مرحلوں میں کارخانے کے مزدوروں پر پڑا تھا۔ لینن گراڈ اور ماسکو کے شہری مزدور انقلاب کی روح و رواں تھے۔ اور کچھ عرصے تک سوویٹوں میں کاشتکاروں کی نمائندگی نہایت قلیل تھی۔ لیکن سوویٹ نے جب اراضی کو قومی ملکیت قرار دینے کا حکم جاری کیا۔ تو کاشتکاروں نے اُس کا فوراً ہی فائدہ اٹھایا۔ اور مرکزی حکام کی مداخلت کے بغیر ہی انہوں نے زمینداروں کو نکال دیا۔ اور اُن کی اراضی اپنے درمیان تقسیم کر لی۔ ایسا کرنے کے بعد خوش حال کاشتکار فارغ ہو گئے۔ اور مزید تبدیلیوں اور مزید انقلاب کے خواہشمند نہ رہے۔ اُن میں سے اکثر اشتراکیت کے متعلق کچھ نہ جانتے تھے۔ اور رفتہ رفتہ وہ سوویٹ کی طاقت کے مخالف ہو گئے۔ جو غلے کے ذخیرے جمع کرنے اور اُن کو زیادہ نفع اٹھا کر بیچنے کے خلاف تھی۔ جیسا کہ مالدار کاشتکار عملدرآمد کر رہے تھے۔ یورپ کے مغربی ممالک نے روس کی ناکہ بندی کر رکھی تھی۔ اور جنوب کے زرخیز علاقے جہاں غلے کی پیداوار بکثرت ہوتی تھی۔ مخالف طاقتوں کے قبضے میں چلے گئے تھے۔ اس سے بڑے بڑے شہروں میں بڑی دقت پیش آئی اور سرخ فوجوں کو فاقے کرنے پڑے۔ مگر سوویٹ گورنمنٹ نے مشغول۔

کاشتکاروں کے غلوں کے ذخیرے چھین کر کام چلایا ؛

اس سے مشکل تو رفع ہوگئی لیکن شہر کے آزاد خیال مزدوروں اور پرانے خیال کے کاشتکاروں کے درمیان مخالفت جاری رہی۔ اور کاشتکار غالب آئے۔ لینن کے ایما سے حکومت کی تمام پالیسی دفعتہً بدل دی گئی۔ اور نئی اقتصادی پالیسی جاری کی گئی۔ یہ کہنا مشکل ہے۔ کہ آیا حالات نے لینن کو نئی پالیسی اختیار کرنے پر مجبور کیا۔ یا جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں۔ اُس کی پالیسی کا یہ قدرتی نتیجہ تھا۔ اشتراکیت کے اصولوں کی سخت پابندی کا زمانہ زیادہ عرصہ قائم نہیں رہ سکتا تھا۔ لیکن جس طرح وہ دفعتہً ختم ہوگیا۔ اُس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ پر بڑا بھاری دباؤ پڑا تھا۔ لینن نے حالات کے مطابق بلکہ اشتراکیت کے چند اصولوں کو قربان کر کے بھی پالیسی اختیار کی۔ اُس نے کاشتکاروں اور چھوٹے دوکانداروں کی بات مان لی۔ لیکن اُس کے دماغ نے کاشتکاروں کے درمیان صنعتی ترقی جاری کرنے کی ایک اور سکیم سوچ لی۔ لینن نے ایک دفعہ سوال کیا۔ کہ اشتراکیت کیا ہے؟ اور خود ہی اُس نے عجیب وغریب جواب دیا۔ کہ وہ سوویٹ جمہوریت شت برقیت ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ تمام روس میں بجلی کی طاقت پھیلا دینی چاہیئے یہ بہت بڑی سکیم تھی۔ کیونکہ روس نہایت وسیع ملک ہے۔ لیکن اس معاملہ میں بہت بڑی ترقی ہو چکی ہے۔ اور روسی لوگ بڑے اطمینان اور فخر کے ساتھ اُن نقشوں کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ جو بجلی کی طاقت کے بڑے بڑے سٹیشنوں کو ظاہر کرتے ہیں۔ جو تمام ملک میں بنے ہوئے ہیں ؛

اس میں شک نہیں۔ کہ روس میں کاشتکاروں کی طاقت بڑھ رہی ہے۔ حکومت کے اکثر عہدوں پر خواہ مزدور اور تعلیم یافتہ لوگ قابض ہوں۔ لیکن کاشتکار جس بات کو منظور نہ کریں۔ وہاں کچھ پیش نہیں جاتی۔ کمیونسٹ پارٹی میں سٹالن اور ٹراٹسکی کے مابین جو جھگڑا پیدا ہوا۔ اُس کی بنیاد زیادہ تر کاشتکاروں کے مسائل پر ہے۔ سٹالن کی جماعت جس کا آج کل غلبہ ہے وہ کاشتکاروں کو خوش رکھنا چاہتی ہے۔ بہ مقابلہ دوسری جماعت کے ،،

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ رفتہ رفتہ ممنول کاشتکاروں کا غلبہ ہوتا جاتا ہے۔ ممکن ہے۔ کہ اس قسم کا کوئی میلان ہو۔ مگر یہ باور کرنا مشکل ہے۔ کہ یہ زیادہ ترقی کر سکے گا۔ کیونکہ حکومت کی تمام کل اس کے خلاف ہے۔ عام رائے اِسے برداشت نہ کریگی۔ اور غریب جماعتوں کو بہت زیادہ اقتدار حاصل ہے۔ وہ کسی جماعت کو دولت اور اقتصادی طاقت کا ٹھیکہ دار نہ بننے دینگے حکومت ٹیکس اس طور پر لگاتی ہے۔ جس سے ہر طبقے کے لوگوں کی آمدنیاں ہموار ہو جائیں۔ کاشتکاروں کے کھیتوں کا ۲۵ فیصدی حصہ لگان اراضی سے بُری ہے۔ اور اب یہ تجویز ہے۔ کہ ۱۰ فیصدی حصہ اور بری کیا جائے۔ یہ معافی اس وجہ سے ہے۔ کہ اُن کی آمدنی اُن کے لئے بہ مشکل کفایت کرتی ہے۔ مالدار جماعتوں پر ٹیکس کی مقدار بہت بھاری ہے ؛

یہ فرض کیا گیا ہے۔ کہ اراضی حکومت کی ملکیت ہے۔ اور عمل یہ ہے۔ کہ دیہاتی سوویٹ اراضی کو مقامی باشندوں کے درمیان تقسیم کر دیتی ہے

اور عام طور پر ایک شخص کو اس قدر زمین دی جاتی ہے۔ جس کی کاشت روس کے خاندان کے آدمی کر سکیں۔ بعض جگہ آبادی زیادہ ہے۔ اسلئے نوآبادیاں بسانے کی مختلف سکیمیں جاری ہیں: تاکہ آبادی سب جگہ یکساں ہو جائے۔ کوئی شخص یا اس کا خاندان جس قدر اراضی پر قابض ہے۔ یہ قبضہ جاری رہتا ہے۔ لیکن اگر خاندان میں کمی بیشی ہو جائے۔ تو اس کے تناسب سے قبضہ اراضی میں کمی بیشی کر دی جاتی ہے۔ زراعتی پیداوار کے متعلق حال کے برسوں کے چند شمار و اعداد دلچسپی سے خالی نہ ہونگے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ روس میں چھ سال تک جنگ اور خانہ جنگی بپا رہی ہے۔ اُس کی ناکہ بندی کی گئی ہے۔ اُس کے اندرونی امن میں خلل ڈالا گیا ہے۔ قحط سالی اور سردی کی صعوبتیں اُس نے برداشت کی ہیں۔ اُس کی سوشل حالتوں میں عظیم ردوبدل واقع ہوا ہے۔ حکومت کی تمام مشینری کو توڑ پھوڑ کر از سرِ نو بنایا گیا ہے۔ ۱۹۱۷ء سے ۲۲-۱۹۲۱ء تک پیداوار میں مسلسل کمی ہوتی رہی ہے۔ اس زمانے میں کاشتکاروں کے ۳۰ فی صدی جوان کم ہو گئے۔ اور مویشیوں اور آلات کشاورزی میں بڑی تباہی واقع ہوئی۔ مویشیوں کی نسل کشی ۴۰ فی صدی رہ گئی۔ اور رقبہ زیر کاشت جو ۱۹۱۴ء میں ۱۰۹ ملین تھا ۱۹۲۲ء میں ۷۵ ملین ڈسیاٹائن[1] رہ گیا۔ یہ شمار و اعداد رائی کاف کی رپورٹ سے لئے گئے ہیں۔ جو کونسل آف پیپلز کمیسرز کا چیرمین ہے۔ وہ زراعتی

[1] ایک ڈسیاٹائن پونے تین ایکڑ کے برابر ہوتا ہے۔

پیداوار کی قیمت کے متعلق لکھتا ہے:

۱۹۱۳ء میں ۱۱۰۹۰ ملین روبل[1] پیداوار کی قیمت تھی۔

۱۹۲۱ء " ۶۹۰۰ " " " " " "

۱۹۲۶-۲۷ء " ۱۲۷۷۶ " " " " " "

۱۹۲۷-۲۸ء " ۱۳۱۸۶ " " " " " " "

غرضیکہ ۱۹۲۱ء میں پیداوار میں جس قدر کمی واقع ہوئی تھی۔ اب زمانۂ قبل از جنگ کے پیمانے تک ترقی ہو چکی ہے۔ اور سال گذشتہ میں پیداوار اس سے بھی بڑھ گئی تھی۔ رقبہ زیر کاشت اور مویشیوں کی نسل کشی کا پیمانہ ۱۹۲۷ء میں زمانہ قبل از جنگ کے پیمانے تک آ پہنچا تھا۔ مرکزی گورنمنٹ زراعتی ترقی میں بہت بڑا سرمایہ صرف کر رہی ہے۔ ۱۹۲۶ء میں ۴۱۸ ملین روبل خرچ کئے گئے تھے۔ اور ۱۹۲۷ء میں ۵۲۸ ملین روبل خرچ کرنے کی تجویز تھی۔

ان رقوم سے ترقی کی رفتار کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اگر بہت سی مشکلات کا اور بیرونی دنیا سے امداد نہ ملنے کا خیال کیا جائے۔ تو یہ ترقی نہایت معقول ہے۔

[1] ایک روبل کی قیمت ایک روپیہ ۵ آنے ۴ پائی کے مساوی ہوتی ہے۔

دسواں باب

تعزیری قانون

حالات رُوس کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے اِس سے زیادہ کوئی بات پریشان کُن نہیں ہے۔ کہ وہاں قیدیوں کے ساتھ برتاؤ کئے جانے کے متعلق متضاد رپورٹیں سنی جاتی ہیں۔ ہمیں سُرخ خطرے کی داستانیں سُنائی جاتی ہیں۔ اور نہایت ہولناک اور بے رحمانہ سلوک کی کہانیاں سُننے میں آتی ہیں۔ بخلاف اس کے ہمیں بتایا جاتا ہے۔ کہ روسی جیلخانے آدرش رہائشی مکانات ہیں۔ جہاں قیدی بڑے آرام سے رہتے ہیں۔ اور ان پر بہت کم پابندیاں عائد کی جاتی ہیں۔ ماسکو کے بڑے جیلخانے کو خود جا کر ہم نے دیکھا۔ اور ہم ان کے متعلق بہت اچھا احساس لے کر آئے۔ غالباً دونوں قسم کی داستانوں میں کچھ سچائی ہے۔ مگر اس سے پہلے کہ ہم وہاں کی کاروائی پر غور کریں۔ یہ مناسب ہے۔ کہ روس کے قانونِ فوجداری کی تھیوری کا مطالعہ کیا جائے۔ ممکن ہے۔ کہ قول اور عمل میں بہت کچھ اختلاف ہو۔ لیکن تھیوری کے مطالعہ کرنے سے کم از کم یہ معلوم ہو جائے گا۔ کہ روسیوں نے اپنے سامنے کیا آدرش رکھے ہیں ؟

سے سنگین جرائم سرزد ہوتے ہیں۔ ہر ایک جرم کے لئے سزا نہیں دی جاتی ہے۔ فی الحقیقت کوئی خطرہ نہ ہو۔ اور مجرم کو سوسائیٹی کے لئے خطرناک نہ سمجھا جائے۔ تو اُسے سزا نہیں دی جاتی۔ ایسا بھی ہوسکتا ہے۔ کہ جو جُرم سرزد ہُوا۔ وہ پہلے خطرناک سمجھا گیا ہو۔ مگر اب خطرناک نہیں رہا۔ جیساکہ ۱۹۲۲ء کی ناکہ بندی کے زمانے میں جبکہ سامانِ خوراک کی بہت قلت تھی۔ روٹی حاصل کرنے کے لئے جعلی کارڈ پیش کرنا سنگین جُرم سمجھا جاتا تھا۔ مگر ۱۹۲۷ء میں خوراک کی کوئی قلت نہ تھی۔ اس لئے یہ جرم ناقابل التفات تھا۔ اور غالباً کوئی عدالت اب اسی کو اس جرم کی پاداش میں سزا نہیں دیتی ؀

سب بالشویکیوں نے برسرِ حکومت آتے ہی موت کی سزا موقوف کردی تھی۔ لیکن چند روز بعد اُنہیں بغاوت کے جرائم کے انسداد کے لئے یہ سزا بحال کرنی پڑی۔ رشوت ستانی اور پبلک فنڈوں کے غبن کے لئے بھی یہی سزا مقرر ہے۔ تعزیرات روس کی دفعہ ۱۲ میں درج ہے ؀

"سزائے موت نہایت سنگین جرائم کے لئے ایک عارضی تدبیر ہے ایسے جرائم کے لئے جو سوویٹ کی طاقت کی بنیادوں کو کمزور کریں۔ اور اس پر غیر معمولی حالتوں میں عمل کیا جاتا ہے۔ آخرکار یہ موقوف کردی جائیگی ؀ کوئی حاملہ عورت یا وہ شخص جس کی عمر ارتکاب جرم کے وقت ۱۸ سال سے کم ہو۔ سزائے موت کا موجب نہیں ٹھیرایا جاسکتا۔ سب حکومت کی طرف ملزموں کو تین قسم کی سزائیں دی جاتی ہیں ؀

(۱) جابرانہ۔

(۲) طبّی علاج۔

(۳) اصلاحی تدابیر۔

آخر الذکر نوجوانوں اور بچّوں کے لئے مخصوص ہے۔ چودہ سال کی عمر تک بچّوں کے لئے کسی قسم کی عدالتی کارروائی ازروئے قانون منع ہے اور چودہ سال سے سولہ تک کی عمر والوں کے لئے خاص کمیشن کی رپورٹ پر جس میں ایک ڈاکٹر اور ایک ماہر تعلیم شامل ہوتا ہے۔ کوئی سزا تجویز کی جاتی ہے۔ بشرطیکہ یہ ثابت ہو کہ کوئی طبّی یا اصلاحی تدبیر کارگر نہیں ہوگی۔ سزائیں جو دی جاتی ہیں۔ وہ حسب ذیل ہیں:۔

(۱) سزائے موت۔

(۲) مجرم کو مزدوروں کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔ اور وہ یونین آف سوشلسٹ سوویٹ رپبلک کے حق شہریت سے محروم کر کے جلاوطن کر دیا جاتا ہے۔ جو لوگ اِس طور سے عدالت کے فیصلہ کے مطابق جلاوطن کئے جاتے تھے۔ وہ یونین آف سوشلسٹ سوویٹ رپبلک میں اپنی مرضی سے واپس نہیں آسکتے۔ اور اگر وہ ایسا کریں۔ تو انہیں سزائے موت دی جا سکتی ہے۔

(۳) کچھ عرصے کے لئے جو دس سال سے زیادہ نہ ہو۔ آزادی سے محرومی۔ سابق میں یہ میعاد پانچ سال کی تھی۔ لیکن سنہ ۱۹۲۲ء میں دس سال تک بڑھا دی گئی۔ دراصل بہت کم قیدی اور نظر بند لوگوں کو پورے

دس سال تک جیل میں رہنا پڑتا ہے۔ اور جو کام وہ جیل میں کرتے ہیں اُس کے لحاظ سے دس سال میں دو تین سال کم کر دیئے جاتے ہیں۔

(۴) آزادی سے محروم ہوئے بغیر بیگار کے طور پر کام کرنا۔ جن لوگوں کو یہ سزا دی جاتی ہے۔ وہ تمام وقت محبوس نہیں رکھے جاتے۔ بلکہ وہ رخصت پر جا سکتے ہیں۔ کاشتکاروں کو فصل کاٹنے کے دنوں میں یا دوسرے موقعوں پر جب کہ زراعتی کام کرنا ہوتا ہے۔ لازمی طور پر چھٹی دے دی جاتی ہے۔

(۵) حقوقِ شہریت سے محرومی۔

(۶) کچھ عرصہ کے لئے جلاوطنی۔

(۷) روس خاص یا یونین کی جمہوریت کے کسی اور علاقے سے کسی خاص مقام میں سکونت رکھنے کی بندش کے ساتھ یا اُس کے بغیر جلاوطنی۔

(۸) سرکاری عہدے سے برخاستگی۔ جس کے ساتھ یہ شرط ہوتی ہے۔ کہ وہ کسی خاص آسامی پر مقرر نہ ہو۔ بعض دفعہ یہ پابندی نہیں ہوتی۔

(۹) کوئی خاص پیشہ کرنے کی ممانعت۔

(۱۰) مال واسباب کی مکمل طور پر یا جزوی طور پر ضبطی۔

(۱۱) علانیہ طور پر مطعون کیا جانا۔

(۱۲) جرمانہ۔

تعزیراتِ روس میں درج ہے۔ کہ جرمانے کے عوض میں سزائے قید نہ دی جائے۔ اور قید کے عوض میں جرمانہ نہ کیا جائے ؛

قانون میں یہ بھی درج ہے۔ کہ انقلاب کے خلاف جرائم میں کسی دوسرے مزدور کی جائداد پر قبضہ کرنا بھی شامل ہے۔ خواہ وہ جائداد کسی روسی مزدور کی نہ ہو۔ کیونکہ روسیوں کی قومیت کا خیال نہائت فراخ ہے۔ وہ مزدوروں کے بین الاقوامی اتحاد پر یقین رکھتے ہیں۔ اُن کا نعرہ یہ نہیں ہے۔ کہ " روسی متحد ہوں " بلکہ یہ ہے۔ کہ " دنیا بھر کے مزدور متحد ہوں " ؛

گیارھواں باب

جیل خانہ

ماسکو کے دوران قیام میں ہمیں ایک جیل خانہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ جو شہر کے باہر واقع ہے ہمیں بتلایا گیا۔ کہ یہ محض سنگین جرائم کے مجرموں کے واسطے مخصوص ہے۔ اس کی عمارت پرانی ہے۔ زار کے زمانے میں بھی یہاں جیل خانہ تھا۔ اس کی عمارت کچھ شاندار نہیں ہے۔ اندر داخل ہونے پر ہم نے اپنے آپ کو ایک غلام گردش میں پایا۔ جس میں بہت سی ڈیوڑھیاں تھیں اور دونو طرف کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہ سہ منزلہ بنی ہوئی تھیں جیل کے گورنر نے ہم سے کہا۔ کہ جو کوٹھڑیاں آپ دیکھنا چاہیں منتخب کر لیں۔ تاکہ ہم یہ خیال نہ کریں۔ کہ ہمیں صرف چیدہ کوٹھڑیاں دکھائی گئی ہیں۔ گورنر کا اس بات پر اصرار کرنا کہ معائنہ کے لئے کوٹھڑیاں ہم خود منتخب کر لیں حیرت انگیز تھا۔ اور اس سے یہ گمان ہوتا تھا۔ کہ تمام جیل خانہ ایک نمائش کے طور پر بنایا گیا ہے۔ اور محض سیاحوں کے دلوں پر اچھا نقش جمانے کی غرض سے قائم ہے۔

ہم بعض کوٹھڑیوں کے اندر گئے۔ وہ تنگ تھیں۔ اور کچھ آرام دہ معلوم نہیں ہوتی تھیں۔ ہر ایک کوٹھڑی میں دو یا تین چار پائیاں تھیں۔ وہاں ہوا کی آمد و رفت کم تھی۔ ممکن ہے۔ کہ ایسا اس وجہ سے ہو۔ کہ سردی سخت تھی۔ کوٹھڑیاں خصوصیت سے کچھ صاف نہ تھیں۔ وہاں کچھ کتابیں بھی تھیں۔ اور دو کوٹھڑیوں میں ہم نے ریڈیو کے آلات بھی دیکھے۔ ہمیں بتایا گیا۔ کہ یہ آلات اِن کوٹھڑیوں میں رہنے والے قیدیوں نے خود لگائے ہیں ؂

اِس جیل میں ۴۵۰ قیدیوں سے زیادہ تھے۔ جن میں سے اکثر سنگین جرائم کے مجرم تھے۔ زیادہ سے زیادہ دس سال قید کے مجرم یہاں تھے۔ اس سزا میں اچھا کام کرنے یا نیک چلنی کی وجہ سے دو تین سال کی تخفیف ہو جاتی ہے۔ جیل خانے کے تمام سٹاف ۵۲ یا ۵۳ آدمی تھے۔ جن میں گورنر۔ ڈاکٹر اور اُس کے اسسٹنٹ بھی شامل تھے۔ سٹاف کے لوگ تین ٹولیوں میں منقسم ہو کر آٹھ آٹھ گھنٹے کام کرتے ہیں۔ یعنی ایک وقت میں سترہ یا اٹھارہ آدمیوں سے زیادہ ڈیوٹی پر نہیں ہوتے۔ سٹاف کی تعداد کم معلوم ہوتی ہے۔ خاص کر اس وجہ سے کہ وہاں کوئی قیدی وارڈر نہ تھا۔ ہمیں بتایا گیا۔ کہ قیدیوں کو قیدیوں کی نگرانی کے لئے مقرر کرنا وہاں نہایت قابلِ اعتراض سمجھا جاتا ہے۔ ہم نے دیکھا کہ وارڈروں کے پاس کوئی ہتھیار نہ تھا۔ لاٹھیاں تک نہ تھیں۔ صرف بڑے دروازے پر دو سپاہیوں کے پاس سنگینیں تھیں ؂

جیل خانے کے گورنر نے ہم سے کہا۔ کہ رُوس میں مجرموں کو سزا دینے یا عبرت دلانے کا خیال نہیں ہے۔ بلکہ ان کو سوسائٹی سے علیحدہ کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اور انضباط کے ساتھ کام لے کر ان کی اصلاح مدِنظر ہوتی ہے۔ روس میں جیل خانے کا لفظ بھی پسند نہیں کیا جاتا۔ کیونکہ اس سے ایذا دینے اور انتقام لینے کے پرانے طریقوں کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ بجائے اس کے جیل کے لئے ایک بڑا لمبا نام تجویز کیا گیا ہے۔ جو مجھے یاد نہیں رہا۔ مگر اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ وہ مقام جہاں کام لینے کے ذریعے سے لوگوں کی اصلاح کی جاتی ہے۔ مقصد یہ ہے۔ کہ قیدیوں میں شرافت انسانیت کا جذبہ پامال نہ ہونے پائے۔ قیدیوں کو کوئی نمبر نہیں دیا جاتا۔ اور جہاں تک ہم نے دیکھا ہے۔ کسی خاص قسم کی وردی بھی نہیں دی جاتی۔ ہم نے پچیس سے تیس تک قیدیوں کو ان کے کام کے گھنٹوں سے چھٹی کے بعد جیل کے احاطے میں ٹہلتے ہوئے دیکھا۔ لباس کے لحاظ سے وہ قیدی نہیں معلوم ہوتے تھے۔ اس احاطے میں کچھ کھیلوں کا بھی انتظام تھا۔ جن میں باسکٹ بال بھی شامل ہے۔ ہم نے سوال کیا۔ کہ کیا یہاں بیڑیاں اور ہتھکڑیاں بھی استعمال کی جاتی ہیں۔ گورنر نے قہقہہ لگایا۔ اور اس نے کہا۔ کہ یہ چیزیں ہم عجائب خانوں میں رکھتے ہیں۔ اور اگر ہمیں ان کے دیکھنے کی خواہش ہے۔ تو ہمیں سرمایہ دار حکومتوں کے ملک میں جانا چاہیئے۔ قیدیوں کو جب جیل سے باہر لے جایا جاتا ہے۔ اس وقت بھی بیڑیاں اور ہتھکڑیاں نہیں لگائی

جاتیں ۔

تمام قیدیوں کو آٹھ گھنٹے یومیہ کام کرنا پڑتا ہے۔ بعض خاص قسم کے کام کرتے ہیں۔ جن کی نسبت انہیں پہلے سے تربیت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اکثر قیدی پارچہ بافی کی ایک فیکٹری میں کام کرتے تھے۔ جو جیل سے وابستہ تھی۔ جیل کا بڑا حصہ سوت کاتنے اور کپڑا بننے کے کارخانے میں منتقل کر دیا گیا تھا۔ اور مشینیں پورے زور سے کام کر رہی تھیں۔ کارخانے کے اندر جیل خانے کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی تھی۔ بجز اس کے کہ ہر ایک ہال کے دروازے پر ایک غیر مسلح وارڈر موجود رہتا تھا۔ جو دروازہ مقفل رکھتا تھا ۔

ہمیں بتایا گیا۔ کہ جیل کے قیدیوں کے کام کے متعلق ٹریڈ یونین کے ضوابط کے مطابق کام کیا جاتا ہے۔ یعنی ان سے بھی اتنے ہی گھنٹے کام لیا جاتا ہے۔ جتنا کہ دوسرے کارخانوں میں۔ اور ٹریڈ یونین والے وقتاً فوقتاً اپنی تسلی کے لئے جیل خانوں کا معائنہ کیا کرتے ہیں۔ قیدیوں کو اجرت ملتی ہے۔ جو باہر کے کارخانوں کی اجرت کے متناسب سے ۳۰ فی صدی یا پچاس فی صدی ہوتی ہے۔ ان اجرتوں کا دو تہائی حصہ قیدی کے لئے ریزرو فنڈ میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس میں سے خرچ کرنے کا اُسے اختیار نہیں ہوتا۔ رہا ہونے پر یہ روپیہ اور باقی روپے کے ساتھ جو اُس کا جمع ہو اُسے دے دیا جاتا ہے۔ تاکہ نئی زندگی شروع کرنے کے لئے اس کے پاس کچھ سرمایہ موجود ہو۔ اپنی کمائی کا ایک تہائی حصے سے

قیدی وہ چیزیں خرید سکتا ہے۔ جو جیل کے سٹور سے یا باہر سے مل سکتی ہیں۔ ہم نے اِس سٹور کو دیکھا۔ اس کا انچارج ایک قیدی تھا۔ وہاں سگریٹ کھانے پینے کی چیزیں اور صابن لونڈر وغیرہ موجود تھے۔ کتابیں بھی خریدی جا سکتی ہیں۔ قیدیوں کو کوئی نقدی نہیں دی جاتی۔ چیزیں خریدتے ہوئے وہ وؤچر پر دستخط کر دیتے ہیں۔ اور جیل کے دفتر میں حساب لکھ لیا جاتا ہے۔ باہر سے دوست اور رشتہ دار بھی قیدیوں کے لئے چیزیں یا روپیہ بھیج سکتے ہیں ؛

قیدیوں کو سگریٹ پینے کی اجازت ہے۔ اور وہ ایک دوسرے سے بات چیت کر سکتے ہیں۔ جیل کے اندر ایک حجام کی دوکان بھی ہے۔ جیسا کہ شہر میں مزدوروں کے محلوں کے اندر حجاموں کی سستی دکانیں ہوتی ہیں۔ اس دکان کا مالک ایک قیدی تھا۔ جو حجامت بنا کر روپیہ کماتا تھا۔ جو قیدی حجامت بنواتے۔ وہ اپنی کمائی میں سے اُسے اجرت دیتے ہیں۔ ہم نے ایک قیدی کو خط بنواتے دیکھا۔ جس کے آخر میں یو۔ ڈی کلون کے فوارے سے اُس کے منہ پر چھینٹے دیئے گئے ؛

ہم نے سوال کیا۔ کہ یہاں سیاسی قیدی بھی ہوتے ہیں۔ ہمیں دو قیدیوں کے پاس لے جایا گیا۔ ان میں سے ایک نے ہمیں بتایا۔ کہ اُسے دس سال کی سزا ملی ہے۔ اِس جرم میں کہ وہ زیکوسلاکیا کی طرف سے رُوس میں جاسوسی کرتا تھا۔ وہ اچھا تعلیم یافتہ اور

علمِ موسیقی میں ماہر تھا۔ اس لئے جیل میں اسے موسیقی کا ڈائرکٹر بنایا گیا تھا۔ جب ہم اس کی کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔ تو وہ ایک گیت کے نوٹ لکھ رہا تھا۔ اس نے اپنی کوٹھڑی میں وائرلیس کے آلات لگائے ہوئے تھے۔ جو اس نے اپنی آمدنی سے خرچ کر کے لگائے تھے۔

دوسرا سیاسی قیدی جس سے ہمیں ملایا گیا۔ ایک رُوسی تھا۔ اس کے خلاف بڑا سنگین جرم عائد تھا۔ وہ سُرخ فوج میں ہوا باز تھا۔ اور اندرونی لڑائیوں کے دوران میں جب کہ رُوس کے پُرانے جنرلوں نے اتحادی گورنمنٹوں کی امداد سے سوویٹ کی طاقت کو پامال کرنے کے لئے بے شمار حملے کئے گئے۔ تو وہ سُرخ فوج سے غداری کر کے اپنا ہوائی جہاز اڑا کر دشمنوں سے جا ملا تھا۔ آخر میں وہ گرفتار کیا گیا۔ اور اُس کے حق میں سزائے موت کا فتوے صادر ہوا۔ آخر یہ سزا دس سال قید میں تبدیل کر دی گئی۔ وہ تین چار سال کاٹ چکا ہے۔ اور امید رکھتا ہے۔ کہ تین چار سال کے بعد رہا ہو جائے گا۔ وہ جیل کے برقی ساز و سامان کا انچارج ہے۔ اُس کی کوٹھڑی میں ریڈیو کے آلات بھی لگے ہوئے ہیں اور اس کے پاس چند کتابیں تھیں۔

چونکہ ہمیں فرصت کم تھی۔ اس لئے ہم جیل خانے کو حسب دلخواہ نہ دیکھ سکے۔ ہمارے دِل میں یہ احساس ہُوا۔ کہ جیل کی زندگی کا صرف روشن پہلو ہمیں دکھایا گیا ہے۔ تاہم دو باتیں بالکل ظاہر تھیں۔ ایک یہ کہ پُرانے طریقے میں جواب بھی بہت سے ملکوں میں رائج ہے بہت

کچھ تبدیلیاں کی گئی ہیں۔ اور دوسری بات یہ تھی۔ کہ افسرانِ جیل اور گورنمنٹ کے اعلےٰ افسروں کی ذہنیت جیل کے متعلق بہت عمدہ تھی۔ اصلی حالات خواہ اچھے ہوں یا نہ ہوں لیکن جیلوں کے متعلق عام اصول جو مقرر کئے گئے ہیں۔ وہ اِن سے بہت اعلےٰ ہیں۔ جو ہم نے کسی اور جگہ دیکھے ہیں۔ ہر شخص جسے ہندوستان کے جیلوں کا علم حاصل ہے۔ اور ان وحشیانہ طریقوں کا جن سے ہتھکڑیاں اور بیڑیاں اور دوسری وحشیانہ سزائیں دی جاتی ہیں۔ وہ اس فرق کی قدر کرے گا۔ ماسکو کے جیل خانے کا گورنر جس نے ہمیں جیل خانہ کا معائنہ کرایا۔ وہ جیل کی زندگی کے انسانی پہلو پر بہت زور دیتا رہا۔ وہ کہتا تھا۔ کہ ہم ہمیشہ اِن اصولوں کو مدنظر رکھتے ہیں۔ اور قیدی کو کبھی یہ محسوس نہیں ہونے دیتے۔ کہ وہ کم درجے کا انسان بن گیا ہے۔ یا گر گیا ہے۔ کاش کہ ہندوستان میں ہم لوگ اِس اصول کو یاد رکھیں۔ اور جیل کے باہر بھی اپنی روزانہ زندگی میں اس پر عملدرآمد کریں ؎

جو جیل خانہ ہم نے دیکھا۔ وہ سنگین جرائم کے مجرموں کے لئے سنٹرل جیل تھا یعنی جن قیدیوں سے قتل یا بغاوت کے جرم سرزد ہوئے تھے۔ وہاں عام طور پر زیادہ سے زیادہ سزا کے مجرم تھے۔ جو سزا ئے موت سے اتر کر دس سال قید ہوتی ہے ہمیں بتایا گیا۔ جہاں کم سنگین جرائم کے قیدی رہتے ہیں۔ وہاں حالات اور بھی اچھے ہیں۔ اور قیدیوں کو زیادہ آزادی دی جاتی ہے۔ وہ مچلکے لکھ کر چند روز کے لئے اپنے

گھر بھی جا سکتے ہیں ۔ کسانوں کو یہ رخصت فصل کاٹنے کے دنوں میں دی جاتی ہے ۔ تاکہ وہ چھٹی کے دنوں میں پورا فائدہ اُٹھا سکیں ؛

مس فریڈا اٹلی نے سوشلسٹ ریویو کے مارچ نمبر میں ایک دلچسپ مضمون لکھا ہے ۔ اور جارجیا میں ایک بالشویک جیل کے حالات لکھے ہیں ۔ یہ جیل طفلس میں واقع ہے ۔ وہ لکھتی ہے ۔ کہ قیدیوں کے ساتھ بڑی انسانیت کا سلوک کیا جاتا ہے ۔ اور سب کو تعلیم دی جاتی ہے ۔ جس بات پر فلاسفر لوگ برسوں سے بحث کر رہے ہیں ۔ رُوسی ان کو عمل میں لانے کی کوشش کر رہے ہیں ۔ اور ان کے جیل خانے مجرموں کو بجائے وحشی بنانے کے اچھے شہریوں میں تبدیل کر رہے ہیں ۔ وہاں جُرم کو تعلیم کی کمی یا فہم کے نقص یا خراب حالات گردوپیش کا نتیجہ خیال کیا جاتا ہے ۔ اِس لئے مجرموں کے ساتھ اقتصادی حالات کے شکار یا مریض یا نادان لوگوں کی طرح برتاؤ کیا جاتا ہے جنہیں سوسائٹی میں رہنے کے قابل بنانے کی غرض سے تربیت دینے کے لئے ایک کانسٹی ٹیوشن میں لے جایا جاتا ہے ؛

اگر یہ حالات درست ہیں ۔ اور جو کچھ ہم نے خود دیکھا ۔ وہ رُوس کے جیل خانوں کی اصلی حالت ہے ۔ تو بغیر کسی شک و شبہ یہ کہا جا سکتا ہے ۔ کہ رُوس کے جیل خانے میں قیدی ہونا ہندوستان کے کسی کارخانے میں کام کرنے سے ہزار درجے بہتر ہے ۔ جہاں دس گیارہ گھنٹے روزانہ کام کرنا پڑتا ہے ۔ اور پھر ایک تاریک اور غیر ہوادار

مکان میں جہاں بہت سے آدمی رہتے ہوں۔ اور جو کسی حیوان کے رہنے کے قابل بھی نہیں ہے۔ رہنا پڑتا ہے۔ مختصر یہ امر کہ وہاں چند ایسے جیل خانے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے ایک دیکھا بجائے خود سوویٹ گورنمنٹ کے لئے موجب فخر ہوسکتا ہے ؎

اِس سوال پر غور کرتے ہوئے ہمیں دو باتیں ذہن میں رکھنی چاہئیں سوویٹ گورنمنٹ اپنے سیاسی مخالفوں کے ساتھ اور ان لوگوں کے ساتھ جن پر انہیں انقلاب کی جوابی سرگرمیاں کرنے کا شک ہو۔ نہایت بے رحمانہ برتاؤ کرتی ہے۔ عام قانون فوجداری کے نرم اصول ان لوگوں کے ساتھ نہیں برتے جاتے۔ کیونکہ انہیں سوسائٹی کا دشمن خیال کیا جاتا ہے۔ ان لوگوں کے ساتھ بہت بُرا برتاؤ ہوتا رہا ہے۔ اور زمانہ سابق میں بہت بے رحمی برتی گئی ہے۔ اور اِسی وجہ سے سُرخ خطرے اور بالشویک مظالم کی کہانیاں مشہور ہوتی ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ اس قسم کا برتاؤ اب نہ کیا جاتا ہو۔ بجز اُن موقعوں کے جبکہ ماسکو خطراتِ جنگ کے خیال سے متاثر ہو۔ مگر اب بھی سوویٹ گورنمنٹ کی گرفت اپنے سیاسی مخالفوں پر بڑی زبردست پڑتی ہے۔ پس عام قانون آبادی کے بڑے حصے یعنی ۹۵ فیصدی کے ساتھ نرم برتاؤ کرتا ہے۔ اور ۵ فیصدی آبادی مشتبہ خیال کی جاتی ہے۔ اِس کی کڑی نگرانی کی جاتی ہے۔ اور اُس کے ساتھ سخت برتاؤ ہوتا ہے غالباً عام مزدوروں اور کاشتکاروں کے ساتھ اچھا برتاؤ ہوتا ہے اور وابستگانِ زار اُن لوگوں کے ساتھ جو گورنمنٹ سے سرکش ہیں۔ سخت برتاؤ

کے موجب سمجھے جاتے ہیں ؛

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے - کہ بالشویکوں کے پاس روپیہ بہت کم ہے - جو کچھ ان کے پاس ہے - اُسے وہ صنعتی و زراعتی ترقی اور اشاعتِ تعلیم میں خرچ کرنا چاہتے ہیں - وہ بڑے بڑے جیلخانوں کی عالیشان عمارتوں پر روپیہ خرچ کرنا نہیں چاہتے - وہ کہتے ہیں - کہ سوسائٹی کی بہتر تنظیم کرنے سے امید ہے کہ ایسے حالات پیدا ہو جائیں - کہ بہت سے جیل خانے توڑ دینے پڑیں - اِس لئے جیل خانوں پر روپیہ کیوں ضائع کیا جائے - سر دست وہ زار کے زمانے کے جیل خانوں سے کام چلا رہے ہیں - ماسکو اور بڑے بڑے شہروں میں یہ جیل خانے اچھے ہو سکتے ہیں - لیکن صوبجات میں غالباً وہ ایسے اچھے نہیں ہیں - اور سوویٹ گورنمنٹ انہیں ترقی دینے میں روپیہ صرف نہیں کرے گی اور شائد اِسی وجہ سے بعض جیلوں کی بُری حالتیں سننے میں آتی ہیں ؛

لیکن ایک جیل خانے میں اور اُس کے باہر اگر عمدہ مجلسی ضابطے کے آدرش کو اور قانونِ فوجداری میں انسانیت کے خیال کو مدِنظر رکھا جائے - تو یہ چونے اور اینٹوں او رجیل کی عمدہ عمارتوں سے بہتر ہے - اگر یہ آدرش قائم رہا - تو تمام مشکلات کے باوجود رُوس ترقی کرے گا ؛

بارھواں باب

اقلیتوں کا مسئلہ

ہم میں سے اکثر لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ ہندوستان اس بارے میں نہایت بدقسمت ہے۔ کہ اُسے اقلیتوں اور مختلف جماعتوں کا پیچیدہ مسئلہ درپیش ہے۔ مگر امر واقعہ یہ ہے۔ کہ بہت سے ملکوں کو یہ مسئلہ درپیش تھا۔ اور اُنہوں نے اُسے حل کر لیا۔ خاصکر روس ایسا ملک ہے۔ جہاں بہت سی اقلیتیں آباد ہیں۔ جہاں مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اور مختلف قسم کی تہذیبیں پھیلی ہوئی ہیں۔ لہٰذا ہمارے لئے ان طریقوں کا مطالعہ کرنا سبق آموز ہوگا۔ جو بالشویک لوگ اقلیتوں کے متعلق عمل میں لائے۔

زار کے زمانے میں ۱۴۰ مختلف قومیں روس میں آباد تھیں۔ جو روسی زبان نہیں بولتی تھیں۔ ۲۰ قومیں دس دس لاکھ آدمیوں کی تھیں۔ تاتاریوں کی تعداد ۲ کروڑ تھی۔ اور یوکرینیوں کی ۲½ کروڑ سے ۳ کروڑ تک پول کی ۸۰ لاکھ۔ اور یہودیوں کی آبادی ۷۰ لاکھ تھی۔ روسی زبان نہ بولنے والی قومیں تمام آبادی کا ۵۷ فیصدی حصہ تھیں۔

زار کے زمانے کی حکومت کی قدیم پالیسی یہ تھی۔ کہ ایک قوم کو دوسری

قوم سے لڑایا جاتا تھا۔ باہر کے جو لوگ روس میں مستقل طور پر آباد ہو گئے تھے
انہیں روسی چرچ میں داخل کر کے روسی بنانے کی کوشش کی جاتی
تھی۔ جو شخص ان اقلیت جماعتوں سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ پروفیسر بننا چاہیے
تو اُسے قدامت پسند چرچ میں داخل ہو کر اپنا مذہب تبدیل کرنا پڑتا
تھا۔ اقلیتوں کی زبانوں کی حوصلہ افزائی نہیں کی جاتی تھی۔ بلکہ بعض دفعہ
ان کی زبانوں کو پامال کیا جاتا تھا۔ سنہ ۱۸۳۱ء میں زار کے ایک فرمان کے
ذریعے تمام پولیش مدرسے بند کر دیئے گئے تھے۔ صرف یہودیوں اور
مسلمانوں کی مذہبی مدرسے جاری رکھنے کی اجازت دی گئی تھی۔ اس طرح
سے اقلیت والی جماعتیں پسماندہ رہ گئیں۔

اکتوبر سنہ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد بہت سوویٹوں کی آل اشیا
کانگرس کے دوسرے اجلاس میں حسب ذیل اعلان جاری کیا:۔

(۱) باشندگانِ رُوس کی آزادی اور مساوات۔

(۲) حکومتِ خوداختیاری کا حق خواہ اس کے لیئے علیحدہ اور جداگانہ آزاد گورنمنٹ قائم کرنی پڑے۔

(۳) ہر قسم کے قومی اور نسلی اور مذہبی تفوق کی تنسیخ۔

(۴) قومی اقلیتوں اور نسلوں کی آزادانہ ترقی۔

یونین سوشلسٹ سوویٹ ریپبلک چھ جمہوریتوں کا فیڈریشن ہے۔ اِن
جمہوریتوں میں سے بعض خود فیڈریشن ہیں۔ اور ان کے علاوہ بہت سے
خودمختار علاقے ہیں۔ یعنی کہ ہر ایک رقبے میں بہت سی اقلیتیں آباد ہیں۔ اور

ان کو خودمختاری حاصل ہے۔ اور وہ اپنی زبانوں اور تمدن کو ترقی دے سکتی ہیں۔ مرکزی گورنمنٹ کی پالیسی یہ ہے۔ کہ نہ صرف ان جمہوریتوں اور خودمختار علاقوں کو اپنے طور پر کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ بلکہ اُنکے ذرائع اور اُنکے تمدن کو ترقی دینے میں سرگرمی سے مدد دی جائے۔ مقامی زبانوں کی تعلیم کے لیئے مدارس کھولے جاتے ہیں۔ اور اُن علاقوں کی زبانوں میں سوویٹ کا کام کیا جاتا ہے۔ اور اپنی زبانوں میں اخبارات چھاپے جاتے ہیں ؛

کسی اکثریت جماعت کے سیاسی حقوق اور تمدنی حقوق میں امتیاز کیا جاتا ہے۔ ان کو وہی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ جو اقلیتوں کو۔ ان کے حقوق کا خاص تحفظ نہیں کیا جاتا۔ یا تناسب سے زیادہ ممبری یا جداگانہ نیابت نہیں دی جاتی۔ تمدنی معاملات میں ان کو بہت زیادہ آزادی دی جاتی ہے۔ اور اُن کے حقوق کی خصوصیت سے حفاظت کی جاتی ہے۔ مرکزی گورنمنٹ خیال کرتی ہے۔ کہ جب تک یونین میں پسماندہ جماعتیں رہیں گی۔ تمام یونین کی ترقی رکی رہے گی۔ اس لیئے تمام جماعتوں کو ایک سطح پر لانے کی کوشش کی جاتی ہے ؛

۲۷-۱۹۲۶ء میں روسی سوشلسٹ فیڈریشن سوویٹ ریپبلک کے ایک حلقے میں حسب ذیل پرائمری مدرسے تھے :۔

ترکوں کے لیئے ۱۱۹۰ ؛

اگردفنز کے لیئے ۱۸۱۰ ؛

مغربی تمدن رکھنے والے باشندوں کے لئے ۱۲۷۲ ؂
منگولین اور منچورین نسل کے آدمیوں کے لئے ۲۴۳ ؂
شمالی قفقاز کے لئے ۷۸۰ ؂
باشندگانِ شمال کے لئے ۳۶ ؂

مدرسے کے انصاب کی کتابیں مختلف زبانوں میں تیار کی جاتی ہیں۔ یونین میں پرائمری تعلیم ۶۲ مختلف زبانوں میں دی جاتی ہے۔ اور ۵۲ زبانوں میں کتابیں اور اخبارات چھاپے جاتے ہیں۔ ۱۹۲۷ء میں سوویٹ یونین کی اقلیتوں کے اخبارات کی تعداد ۲۱۰ تھی۔ جن کی مجموعی اشاعت ۹۲۸۵۸ تھی ؂

انقلاب سے پہلے اکثر قوموں کی کوئی باقاعدہ تحریر زبان نہ تھی۔ چنانچہ موردُو اور کلمکس۔ اوراٹ اور جنوبی سابیریا کے باشندوں کا کوئی رسمِ خط نہ تھا۔ سوویٹ گورمنٹ نے اب ۱۶ زبانوں کے رسمِ خط اب تیار کئے ہیں۔ اور اس نے بہت سی دوسری زبانوں کے حروفِ تہجی میں اصلاح کی ہے۔ اور انہیں زیادہ سادہ اور سائنٹیفک بنا دیا ہے ؂

مشرقی جمہوریتوں میں ایسے مدرسے بنائے گئے ہیں۔ جو دیسی زبانوں میں ہیں۔ اور اُن زبانوں کو مقامی سوویٹوں اور پبلک انسٹی ٹیوشنوں میں رائج کیا گیا ہے۔ اس معاملہ میں تارتارستان میں بہت کامیابی ہوئی ہے۔ تارتارستان کی دیہاتی سوویٹوں میں تاتاری زبان

حسبِ ذیل رفتار سے جاری کی گئی ہے :-

سنہ ۱۹۲۲ع	سنہ ۱۹۲۳ع	سنہ ۱۹۲۴ع	سنہ ۱۹۲۵ع
۲۰	۵۰	۸۰	۸۵

دیہاتی سوویٹوں نے بھی اِسی قسم کی ترقی کی ہے۔ گذشتہ دو تین سال کے اندر غیر رُوسی زبانوں میں اُستادوں کے تیار کرنے کی خاص کوشش کی گئی ہے۔ اسی مقصد سے بڑے سکولوں میں سال گذشتہ بیس زبانوں کے ۲۸ محکمے کھولے گئے۔ ان محکموں سے چند سال کے بعد گریجوایٹ باقاعدہ نکلا کریں گے ؛

سررشتہ تعلیم بھی تربیت یافتہ نوجوانوں کے لئے چند آسامیاں مخصوص رکھتا ہے۔ گذشتہ چند برسوں میں ان اسامیوں کی تعداد حسبِ ذیل تھی :-

سنہ ۱۹۲۳ع میں ۹۲۱ ؛
سنہ ۱۹۲۴ع میں ۱۰۳۴ ؛
سنہ ۱۹۲۵ع میں ۱۷۷۵ ؛
سنہ ۱۹۲۶ع میں ۱۲۸۳ ؛

ان میں ۲۳۶ آدمی تاتاری ترک تھے ؛

ان مشرقی جمہوریتوں میں عورتیں ترقی کر رہی ہیں۔ انقلاب سے پہلے ازبکستان میں عورتیں اکثر پردہ نشین تھیں۔ شاذونادر ہی کوئی تعلیم یافتہ ہوتی تھی۔ اور نیم غلامی کی حالت میں تھیں۔ اب وسط

ایشیار کی اس جمہوریت میں ۲۷۶ زنانہ تعلیم گاہیں ہیں۔ جن میں ۱۳۲۰۰ طالبات ہیں۔ قومی اقلیتوں کے طلبار کی مجموعی تعداد میں سال گذشتہ میں ۲۰ فیصدی عورتیں تھیں۔ وہ تعلیمی کام یا ڈاکٹری کی طرف زیادہ راغب ہیں ؛

روسیوں کے کسی معاملے کی نسبت اس مرحلے پر کسی قطعی نتیجے پر پہنچنا مشکل ہے۔ لیکن گذشتہ پانچ سال میں جو کچھ ترقی ہوئی ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اقلیتوں کا سوال بہت کچھ حل ہو چکا ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ مکمل مساوات قایم ہو گئی ہے۔ اور کوئی خرابی باقی نہیں رہی۔ روسی یونین کے وزیر اعظم رائیکاف نے سال گذشتہ میں کہا تھا کہ اگرچہ بہت کچھ ترقی ہوئی ہے۔ لیکن ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ غلامی اور جہل اور تعصب کی بیخ کنی کرنے میں ہم ابھی مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوئے۔ قانون کی رو سے ہم نے یونین میں تمام قوموں کی مساوات قایم کر دی ہے لیکن عملی طور پر ابھی تک وہ ظہور میں نہیں آئی۔ مکمل مساوات اقتصادی اور تمدنی اختلافات دُور ہونے ہی پر دُور ہو سکتی ہے۔ اور عورتیں بھی آزاد نہیں ہو سکتیں۔ جب تک وہ اقتصادی آزادی حاصل نہ کریں ؛

رائیکاف کا یہ بیان یقیناً اُن کامیابیوں کے متعلق جو اب تک حاصل نہیں ہوئیں۔ درست ہے۔ لیکن جو کامیابیاں اب تک ہو چکی ہیں۔ وہ بڑی ہیں۔ اور اُن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ اگر ٹھیک طور پر کام

کیا جائے۔ تو اقلیتوں کا مسئلہ آسانی کے ساتھ بہت جلدی طے ہو سکتا ہے۔ اس کے ساتھ اگر ہندوستان میں برطانیہ کی ڈیڑھ سو سال کی حکومت کا مقابلہ کیا جائے۔ تو وہ ہی کمتر درجے کی معلوم ہوتی ہے لیکن ہم آہستہ سے کہیں گے۔ کہ برطانیہ اس مسئلہ کو حل کرنا ہی نہیں چاہتا ؂

تیرھواں باب

تعلیم

نئے رُوس کا مطالعہ اکثر پہلوؤں سے دلچسپ ہے۔ یہاں ایک ہندوستانی کے لئے روسیوں کی نئی پالیسی کا نہایت سبق آموز اور دلچسپ پہلو غالباً ترقی تعلیم اور جہالت کے خلاف اس کی مردانہ جنگ ہے۔ بڑے بڑے زراعتی رقبے جہاں تقریباً ناخواندہ کسان آباد ہوں ایک ایسا مسئلہ ہے۔ جو ہندوستان سے مختلف نہیں۔ ایک امرکین ماہرِ تعلیم ڈاکٹر لوسی۔ ایل۔ ڈبلیو ولسن نے ایک چھوٹی سی کتاب "نئے رُوس کے نئے مدرسے" کے نام سے لکھی ہے۔ اُس سے پتہ لگتا ہے۔ کہ سوویٹ گورنمنٹ ان مسائل کو حل کرنے کی کس طرح کوشش کر رہی ہے یہ کتاب ان کتابوں میں سے ہے۔ جو سوویٹ رُوس کے متعلق ایک نہائیت عمدہ واقفیت سے لبریز ہیں۔ جنہیں نیویارک کا وان گارڈ پریس شائع کر رہا ہے۔ بالشویک لیڈر اور اُن کے پیرو نوجوان کی تعلیم کو نہائیت اہمیت دیتے ہیں۔ تمام دُنیا اس بات کو سمجھتی ہے۔ کہ صرف صحیح طریقہ تعلیم ہی ایک ایسا ذریعہ ہے۔ جس سے اچھی سوسائیٹی بنائی جاسکتی

ہے۔ روسی نوجوانوں کی تعلیم پر بہت ہمت اور طاقت خرچ کر رہے ہیں اور یہ کام قابل ترین مرد اور عورتوں کے سپرد کیا گیا ہے۔ اکتوبر کے انقلاب کے بعد چند روز کے اندر ہی جبکہ پیٹرو گریڈ کے اندر خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ اور ہر ایک شخص خیال کرتا تھا۔ کہ بالشویکوں کو اب زوال حاصل ہوگا ایسے نازک وقت میں بھی انہیں اس بات کی فرصت مل گئی۔ کہ اپنے تعلیمی پروگرام کا اعلان کریں۔ بعد میں انہوں نے مشتہر کیا۔ کہ وہ دس سال کے اندر تمام ملک سے جہالت کا نام ونشان مٹا دیں گے۔ یہ خیالی آرزو نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے نہ صرف نوجوانوں کی تعلیم کے لئے ایک قطعی پروگرام مرتب کیا۔ بلکہ بڑی عمر کے آدمیوں کی تعلیم کا پروگرام بھی ؟

وہ اپنی کوشش میں ناکام رہے۔ تقدیر اُن کے خلاف تھی۔ خانہ جنگی برابر جاری رہی۔ اور بیرونی مداخلت اور قحط اور ناکہ بندی کی لڑائیوں نے ملک کو تباہ کر دیا۔ اور اُس کی حالت قابلِ رحم بنا دی۔ اگرچہ وہ تمام ملک سے جہالت کا نام ونشان مٹانے میں کامیاب نہ ہوئے تاہم اِس دس سال کے عرصے میں انہوں نے بہت کچھ کر دکھایا ؟

رُوسی طریقہ تعلیم کا دوسرا نمایاں پہلو مدرسے اور روزانہ زندگی کا درمیانی تعلق ہے۔ تعلیم کوئی با دہوائی چیز نہیں ہے۔ کہ طالب علموں کا روزانہ زندگی سے کوئی تعلق نہ رہے۔ بلکہ تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ حقیقی تعلیم کی بنیاد بچے کے حالات گردوپیش اور اُس کے اپنے تجربوں کے مطابق ہونی

چاہیئے۔ اور اُسے اس کام کے قابل بنا دے۔ جو اُسے بعد کی زندگی میں کرنا پڑے گا۔ پس ایک معقول نصاب تعلیم قرار دینے کی خاطر ایک بڑے ماہر تعلیم نے صنعتی کارخانوں اور زراعتی علاقوں کی حالتوں کا بخوبی مطالعہ کیا۔ استادوں پر ہمیشہ زور ڈالا جاتا ہے۔ کہ اپنے شاگردوں کی زندگی کے حالات سے بے خبر نہ رہیں۔ تاکہ اس کے مطابق نصاب تعلیم بنایا جا سکے۔

اندریں حالات یہ ضروری تھی۔ کہ تعلیم مادری زبان کے ذریعے دی جائے۔ سوویٹ یونین میں ہندوستان کی نسبت بہت زیادہ مختلف قسم کے آدمی آباد ہیں۔ اور وہاں بے شمار مختلف زبانیں بولی جاتی ہیں لیکن باوجود مشکلات کے اس اصول پر سختی سے عمل کیا گیا ہے۔ کہ ہر بچے کو اس کی مادری زبان میں تعلیم دی جائے۔ بعض دفعہ ایک ہی شہر میں مختلف مدرسوں میں مختلف زبانوں کے ذریعے تعلیم دی جاتی ہے۔ مقامی زبانوں کو ترقی دینے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی ہے۔ مختلف رقبوں کی سوویٹ کو ہدایت ہے۔ کہ وہ اپنی کارروائی اس علاقے کی زبان میں کریں۔ سرکاری اخبارات اور کتابیں ان زبانوں میں چھاپی جاتی ہیں۔ اور لینن گریکٹر اور ماسکو میں اور دوسرے مقامات پر مقامی زبانوں کی تعلیم دینے کے لئے استادوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ سردست وہاں اس قسم کے ۵۴ مدرسے ہیں۔ بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں قومی اقلیتوں کے لئے خاص فیکلٹیاں قائم ہیں۔ اقلیتوں کے تمدن

کو ترقی دینے کی خواہش یہاں تک ہے۔ کہ جہاں ایسی زبانیں ہیں۔ جو صرف بولی جاتی ہیں۔ تحریر میں نہیں آتیں۔ ان کے لئے نئے رسم خط جاری کئے گئے ہیں۔ جب ماسکو میں ہم نے سررشتہ تعلیم کا دفتر دیکھا۔ تو ہمیں مدرسوں کی چند ایسی کتابیں دکھلائی گئیں۔ جو مختلف رسوم الخط میں چھپی ہوئی تھیں۔ بعض زبانوں کے خط فارسی رسم الخط سے ملتے تھے۔ اور بعض ایسے تھے۔ جن کو ہم نہیں جانتے ٭

سوویٹ گورنمنٹ اس پالیسی پر کس حد تک عمل کر رہی ہے۔ وہ اِس سے ظاہر ہوگا۔ کہ سائبیریا کے علاقے آرکٹسک میں ایک چھوٹا سا قبیلہ آباد ہے۔ جو قبیلہ قاراغاص کے نام سے موسوم ہے۔ جس کی مجموعی آبادی مع بچوں کے ۴۰۵ ہے۔ وہ ترکی زبان سے ملتی جلتی کوئی زبان بولتے ہیں۔ وہ خانہ بدوش لوگ ہیں۔ جو زیادہ تر شکار پر بسر اوقات کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے بچوں کے لئے بھی ایک خاص مدرسہ کھولا گیا ہے۔ یہ مدرسہ صرف سردی کے موسم میں کھلا رہتا ہے کیونکہ لڑکے موسمِ گرما میں اپنے والدین کے ساتھ سفر میں رہتے ہیں۔ اور ایک خانہ بدوش قوم جپسیوں کی ہے۔ اُن کے تین مدرسے ہیں۔ اور کوشش ہو رہی ہے۔ کہ اُن کی زبان ضبط تحریر میں لائی جائے یہ آسان کام نہیں۔ کیونکہ جپسیوں کی زبان میں حروفِ تہجی نہیں ہیں ٭

سوویٹ یونین میں تمام اقلیتوں کا شمار خالی از دلچسپی نہیں۔ جن میں اور یوکرینین۔ لٹاوین۔ اِستھونین۔ جرمن فِنس۔ ہیرو۔ آرمینین۔ سفید روسی۔ سموئڈ۔ آسٹیاکس۔ منگولین۔ یاقوت۔ تاتاری بشکیر۔ تنگس۔ بریات۔ یاکہ گیر۔ کام چھڈول۔ اسکیمو۔ قرغیض۔ ہکاسین۔ اور یت۔ چوواش۔ کومی۔ ماری۔ کالمک۔ انگش۔ موردوانز۔ شمالی قفقاز کے اسائرین اور کورین ہیں۔ یہ فہرست مکمل نہیں ہے۔

جس وقت یہ مضمون لکھا جا رہا ہے۔ اخبارات راوی ہیں۔ کہ لینن گراڈ کی آکیڈمی آف سائینس نے بدھ تمدن کے مطالعہ کے لئے ایک انسٹی ٹیوٹ قائم کیا ہے۔ جو بدھ دھرم کی انسائیکلوپیڈیا تیار کر رہا ہے۔ اور بدھوں کی تحقیقات کے لئے ایک بین الاقوامی کانگرس منعقد کی جائے گی۔

یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں۔ کہ روسی یونین کی بہت سی دور دراز جمہوریتوں میں مثلاً تاتار اور بشکیر میں عورتوں کو جو ابھی تھوڑے دِن ہوئے۔ پردہ نشین تھیں۔ اُستانیوں کے طور پر تیار کیا جا رہا ہے۔

سوویٹ تعلیم کا تیسرا پہلو عوام کی تنظیم ہے۔ جو اشتراکیت کے اصولوں کا لازمی نتیجہ ہے۔ اکثر ملکوں کے پرائیویٹ مدرسوں میں اچھی قسم کی تعلیم صرف امراء کے لڑکوں کو دی جاتی ہے۔ لیکن رُوس میں سب کو عمدہ تعلیم دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ جو اس اصول پر مبنی ہے۔ کہ تعلیم اشتراکی اور امدادِ باہمی سے ہونی چاہیئے۔ کیونکہ مقصد یہ نہیں ہے۔ کہ کوئی فرد واحد اپنے لئے علم حاصل کرے۔ یا انفرادی طور پر ہنرمند بن جائے۔ بلکہ مقصد

یہ ہے ۔ کہ اُس میں یہ قابلیت پیدا ہوجائے ۔ کہ دوسروں تک علم پہنچا سکے اور اُن سے علم حاصل کر سکے لینن کی بیوہ کروپسکایا نے جو ایک زبردست ماہر تعلیم ہے ۔ کہا ہے ۔ کہ "ہر ایک تعلیم کا آخری مقصد اجماعی اصول ہے بچوں کی اجماعی تنظیم کے علاوہ سوشل تعلیم اور کسی طرح نہیں دی جاسکتی ۔ یہی اصول اُس کی بنیاد اور یہی اس کا نچوڑ ہے ۔

سب زار کے زمانے میں تعلیم کا انتظام زیادہ تر پادریوں کے ہاتھ میں تھا جس کا مقصد یہ تھا ۔ کہ زار اور مذہب کی وفاداری سکھائی جائے اور بعینہٖ کہ جو مقصد ہندوستان میں ہے ۔ کہ سرکاری دفتروں کے لئے کلرک مہیا کئے جائیں چھوٹی جماعتوں کو اپنی حیثیت سے بڑھ کر ترقی کرنے کا موقع نہیں دیا جاتا تھا ۔ زار کے زمانے کے ایک وزیرِ تعلیم نے یہ ضابطہ قرار دیا جاتا تھا ۔ کوچبانوں باورچیوں ۔ دھوبیوں ۔ خانگی ملازموں کو ان کی حیثیت سے بڑھ کر ابھرنے کا موقع نہ دیا جائے ۔ اس زمانے میں بچوں کو حسبِ ذیل مکالمہ سکھلایا جاتا تھا :-

سوال :- زار کے متعلق ہمارے فرائض کی نسبت مذہب کیا سکھاتا ہے ؟

جواب :- پرستش ۔ وفاداری ۔ ٹیکسوں کی ادائیگی ۔ خدمت ۔ محبت اور پرارتھنا یہ سب باتیں پرستش اور وفاداری کے الفاظ میں آجاتی ہیں ۔

سوویٹ کے محکمہ تعلیم نے سب سے پہلے یہ احکام جاری کئے ۔ کہ مدرسوں کا مذہب سے کوئی تعلق نہ رہے ۔ اور غیر روسی جماعتوں کو اپنی زبانوں میں مدرسے جاری کرنے کے لئے آمادہ کیا جائے ۔ تین سال سے سات سال تک کے بچوں کو بھی تعلیم دی جاتی ہے ۔ اور آٹھ

سال سے بارہ سال تک ابتدائی تعلیم ۔ تیرہ سال سے سولہ سال تک لازمی تعلیم دی جاتی ہے ۔ یہ تعلیم تمام تر مفت اور لازمی اور عالمگیر ہوتی ہے یہ بھی اعلان کیا گیا ہے ۔ کہ ہر ایک باشندہ روس اعلےٰ تعلیم کا مستحق ہے ۔ پندرہ یا سولہ سال کی عمر تک بچوں کی سوشل تعلیم خاندان کا فرض نہیں ۔ بلکہ گورنمنٹ کا فرض ہے ۔ اِسی تعلیم کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے :-

"کہ ہر فرد واحد ہر قسم کی ترقی کرے ۔ وہ صحت ور مضبوط ۔ چست ۔ دلیر اور خیالات اور عمل میں آزاد ہو ۔ اور کئی قسموں کی شائستگی رکھتا ہو ۔ ایک ایسا قابل آدمی ہو ۔ جو ہمیشہ مزدوروں کی بہبودی کا خواہاں رہے ۔ کیونکہ اِسی میں تمام نوع انسان کی بہتری مضمر ہے" ۔

تعلیم تین سال کی عمر سے شروع ہوتی ہے ۔ اس سے پہلے بچہ بلکہ اُس کی حاملہ ماں محکمہ حفظانِ صحت کی نگرانی میں ہوتی ہے ۔ حاملہ مزدور عورتوں کو وضع حمل سے تین چار مہینے پہلے اور بعد میں ہر قسم کے کام سے بری کر دیا جاتا ہے ۔ اور تنخواہ پوری ملتی ہے ۔ اور اُنہیں طبی امداد مفت ملتی ہے ماؤں کو کام کے گھنٹوں کے وقت میں سے بچوں کو دودھ پلانے کے لئے کافی مہلت دی جاتی ہے ۔ جو کارخانوں کے نزدیک پالنوں میں پڑے رہتے ہیں ۔

ہر ایک کارخانہ اور ٹریڈ یونین کلچر فنڈ میں چندہ دیتی ہے ۔ اس فنڈ سے پالنے ۔ دایہ خانے ۔ مدرسے ۔ کنڈر گارٹن کا سامان اور بچوں کے کھیل

کے میدانوں کے لئے امداد دی جاتی ہے۔ جو تعلیم تین سال کے بچّوں سے شروع کی جاتی ہے۔ اُس میں صفائی۔ خوراک اور نیند پر خاص توجہ دی جاتی ہے۔ اور نصاب تعلیم میں کھیل کُود۔ کہانیاں اور سیاحت۔ موسیقی مصوّری اور ڈراما شامل ہیں۔ اس چھوٹی عمر ہی میں بچّوں میں کوآپریٹو عادتیں پیدا کی جاتی ہیں۔ گذشتہ چند سال کے اندر چھوٹے بچّوں کے مدرسے دس ہزار تک کھُل چکے ہیں ؛

ٹریڈ یونین اپنی آمدنی کا ۱۰ فیصدی حصّہ جوانوں کی تعلیم کے لئے دیتی ہے۔ اور مالکوں کے ساتھ ان کا معاہدہ ہے۔ کہ جس قدر تنخواہیں وہ مزدوروں کو مجموعی طور پر دیتے ہیں۔ اُس کا ایک فیصدی حصّہ اس فنڈ میں دیں گے ؛

ابتدائی اور ثانوی تعلیم ایک ہی قسم کے مدرسوں میں دی جاتی ہے اور اُنہیں متحدہ لیبر سکول کہتے ہیں ابتدائی تعلیم کا پہلا درجہ اور ثانوی تعلیم کو دوسرا درجہ کہتے ہیں۔ مکمل کورس سات سال سے نو سال تک کا ہوتا ہے۔ داخلے کے وقت کوئی امتحان نہیں لیا جاتا۔ اور سال کے کام کی جنسیت کے مطابق جماعت میں ترقی دی جاتی ہے۔ جس کا اندازہ اُس جماعت کے اجماعی کام سے کیا جاتا ہے۔ لڑکوں کا ایک معینہ وقت کے بعد طبّی معائنہ ہوتا ہے۔ اور بچوں کی صحت پر انفرادی طور پر توجہ دی جاتی ہے۔ کمزور بچّوں سے بھاری کام نہیں لیا جاتا۔ جن کی نظر کمزور ہو۔ انہیں اگلی قطار میں بٹھایا جاتا ہے۔ زیادہ تر ڈالٹن کا طریقہ تعلیم برتا

جاتا ہے۔ اور لیکچر نہیں دیئے جاتے ؛

مدرسوں میں لڑکے کے انتظام حکومت کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور طلباء کی بہت سی سوسائٹیاں ہیں۔ اور سکول کا پروگرام بنانے میں طلباء بڑا حصہ لیتے ہیں۔ اشتراکی لوگ جماعتی جنگ پر بڑا وثوق رکھتے ہیں۔ لیکن جہاں تک مدرسوں کا تعلق ہے۔ لینن کی بیوی کروپسکایا کہتی ہے۔ کہ طلبا کا سوراجیہ جوان آدمی کی سیاسی زندگی کی نقل نہ ہونا چاہیئے کیوں کہ بچوں کی زندگی میں نہ تو جماعتی کشمکش ہوتی ہے۔ نہ جماعتی غلبہ مدرسہ آئندہ زمانے کی سوسائٹی کا ایک نشان ہے۔ جس میں مختلف تفریقیں نہ ہوں گی۔ لیکن باوجود اس قابل تعریف آدرش کے مدرسوں کے اندر بھی بہت کچھ تنازعات اور مخالفتیں پائی جاتی ہیں ؛

مدرسوں میں سیاحت کا طریقہ کثرت سے برتا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ ابتدائی برسوں میں مدرسوں میں ساز و سامان اور کتابوں کی قلت تھی۔ طلباء کو ٹولیوں میں عجائب خانوں۔ تاریخی مقامات۔ آرٹ گیلیریوں اور مطالعہ قدرت کے لئے لے جاتے ہیں۔ بعض دفعہ دور دراز مقامات پر سیر و سیاحت کے لئے لے جاتے ہیں۔ اور اگر فنڈ کافی نہ ہو۔ تو راستے میں روپیہ حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے ؛

تعلیم کا دوسرا اہم طریقہ کسی مقصد کا عملی طور پر حاصل کرنا ہوتا ہے اُس مقصد کو تمام سرگرمیوں کا مرکز بنا لیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی گاؤں

کو ترقی دینی ہے۔ تا اُس کی زندگی کے ہر پہلو کے لئے کام کیا جائے گا۔ مثلاً گاؤں کی فصل اور زراعتی پیداوار حفظانِ صحت۔ مقامی تجارت۔ سوشل زندگی اور گاؤں اور شہر کے درمیان۔ باہمی تعلقات۔ دیہاتی زندگی کے نقائص معلوم کرنا۔ اُن کے اسباب۔ اور انسدادی تدابیر عمل میں لانا۔ گاؤں کا انتظام حکومت اور پبلک ورکروں کا تعاون کے ساتھ کام کرنا۔ ایسے مقاصد کے لئے طلبا کو دیہات میں کام کرنے پر مائل کیا جاتا ہے۔ تاکہ جو کچھ اُنہوں نے پڑھا ہے۔ اُسے عمل میں لا کر کے دیکھیں ؛

حفظانِ صحت کی عملی تعلیم اس طرح دی جاتی ہے۔ کہ طلبا کو افراد اور خاندانوں کی اور تمام آبادی کی صحت کو ترقی دینے کے کام میں لگایا جاتا ہے۔ اعضائے جسم کس طرح کام کرتے ہیں۔ خوراک کیا ہونی چاہیئے۔ ہاضمہ کس طرح درست رہ سکتا ہے۔ یہ سب باتیں سکھائی جاتی ہیں۔ اور شراب کے مضر اثرات مظاہروں کے ذریعے دکھائے جاتے ہیں ؛

اسی طور سے اور بہت سے معاملات کی تعلیم دی جاتی ہے۔ مثلاً مظاہر قدرت۔ بچوں کی زندگی۔ انسانی تعلقات قوم کی زندگی وغیرہ مضامین مدعا یہ ہے۔ کہ بہ ہیئتِ مجموعی تمام قوم کی سیوا کا خیال پیدا ہو۔ اور جو علم طالب علموں نے حاصل کیا ہے۔ اُسے نہ صرف ذاتی فوائد کی غرض سے بلکہ رفاہ عامہ کے لئے کام میں لائیں ؛

اس قسم کے تعلیم کے پروگرام استادوں کے لئے شائع کئے۔

جاتے ہیں۔ لیکن یہ بات صاف کر دی گئی ہے۔ کہ یہ صرف ان کی عام رہنمائی کے لئے ہیں۔ ہر ایک استاد کو دوسرے استادوں اور لڑکوں کی مدد سے اپنے نئے پروگرام بنا لینے چاہئیں۔ خالی باتیں بنانے اور مصنوعی میلانات پیدا کرنے سے احتراز کیا جاتا ہے۔ لڑکوں میں خود غور کر لینے کی عادت ڈالی جاتی ہے۔ تاکہ وہ خود نتیجہ نکالیں ؛

مدرسوں پر ان کے گرد و نواحی علاقے کا جہاں وہ واقع ہیں۔ بہت اثر پڑتا ہے۔ اور وہ علاقہ عملی طور پر لیبارٹری کا کام دیتا ہے۔ دیہاتی علاقوں میں گاؤں کی حالتوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ اگر مدرسہ کسی خاص کارخانے کے قریب ہے۔ تو اس کی وجہ سے کئی قسم کے مضامین پڑھانے پڑیں گے۔ مثلاً جغرافیہ۔ سائینس اور ریاضی ؛

شہری علاقوں میں تعلیم عام ہے۔ لیکن دیہاتی رقبوں میں ابھی بہت کچھ کرنا باقی ہے۔ تاہم کسان لوگ اشاعت تعلیم میں بہت دلچسپی لینے لگے ہیں۔ اور بعض مقامات پر اُنھوں نے مدرسے خود اپنے ہاتھوں سے تعمیر کئے ہیں۔ سائینس والوں کے تجربے کے مطابق ایک عجیب بات یہ معلوم ہوئی ہے۔ کہ عام طور پر دیہاتی لڑکا شہری لڑکے کی نسبت عقل اور ذہانت میں تیز ہوتا ہے۔ اس کی وجہ غالباً یہ ہے۔ کہ وہ قدرت کے ساتھ زیادہ قریبی تعلق رکھتا ہے۔ اور مدرسے کا نصاب اس قدرتی نشوونما کو مدد دیتا ہے ؛

رُوس کے بعض حصوں میں زمین اس قدر زرخیز نہیں ہے۔ کہ

کسانوں کے گزارے کے لئے کافی پیداوار ہو سکے۔ اس لئے انہیں کوئی اور کام بھی کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ دستی کرگھوں پر وہ کپڑا بُنتے ہیں۔ اور گھر کی کھڈی پر مسلسل کام ہوتا رہتا ہے۔ جس پر خاندان کے ممبر مع بچوں کے کام کرتے رہتے ہیں:۔

دیہاتی تعلیم کی ترقی کا قدرے اندازہ اس امر سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ ۱۹۱۳ء میں دیہاتی لیبر یکسوں کی تعداد صرف ۲۰۰۰ تھی۔ اور ۱۹۲۶ء میں ۶۴۰۰۰ علاوہ سفری ڈاکخانوں کے تھی۔ جو دور دراز دیہات کے لئے ہیں۔ ان سفری ڈاک خانوں کے ڈیرائیور زراعتی سامان تقسیم کرتے ہیں ۱۹۲۳ء میں "کسانوں کا گزٹ" جاری ہوا تھا۔ جس کی اشاعت دس لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اس میں کاشتکاری کے متعلق ہر مضمون پر بحث کی جاتی ہے اس اخبار کے دفتر میں لاکھوں چٹھیاں آتی ہیں۔ جن میں سوالات دریافت کئے جاتے ہیں۔ افسروں کی شکائتیں کی جاتی ہیں۔ اور ان کی تحقیقات کی جاتی ہے۔ اور جہاں کہیں ضروری معلوم ہو۔ شکایتوں کا انسداد کیا جاتا ہے:۔

سوویٹ سینما فلموں کو تعلیمی اغراض سے بکثرت استعمال میں لاتے ہیں۔ اُن کے ایک ڈراما نویس نے حال میں ایک فلم "دیہاتی پالیسی" کے نام سے تیار کی ہے۔ اس میں کسانوں کی زندگی کے تمام پہلو خاص کر کسانوں کے حقیقی مسائل اور مشکلات دکھلائی گئی ہیں۔ اور یہ کوشش کی گئی ہے۔ کہ تماشائی لوگ ان مشکلات پر غور کر کے ان کا حل تلاش کریں

انقلاب ابتدا میں شہر کے مزدوروں کا کام تھا۔ اور کسان اُس میں رفتہ رفتہ شامل ہوئے۔ عرصۂ دراز تک شہروں اور دیہاتیوں کے مابین مخالفت نمایاں تھی۔ اور کسانوں کی طرف سے دباؤ پڑنے ہی پر لینن نے نئی اقتصادی پالیسی اختیار کی۔ جس میں اشتراکیت کے اصلی اصولوں سے انحراف کیا گیا ہے۔ دونوں آدرشوں کے درمیان ابھی تک مخالفت جاری ہے۔ اور روس کی داخلی پالیسی کا یہ ایک اہم پہلو ہے۔ حکام دیہات اور شہروں کے درمیان مکمل طور پر سمجھوتہ کرانے کے حق میں ہیں۔ لینن نے اس مقصد کے لئے ایک خاص لفظ وضع کیا تھا۔ جس کے معنے ہیں "بطخ کی دم" شہروں اور دیہات کے اتحاد کے لئے ایک سوسائٹی ۱۹۲۳ء میں بنائی گئی تھی۔ اب اُس میں لاکھوں ممبر شامل ہیں۔ اور اس کی شاخیں تمام ملک میں پھیلی ہوئی ہیں کارخانوں کی سوسائٹیاں اور مزدوروں کے کلب اسی غرض سے بنائے گئے تھے۔ کہ دیہاتی حلقوں کے ساتھ میل جول رکھیں۔ اور دیہات کی حالتوں کو درست کریں۔

بے علمی کے خلاف مختلف طریقوں پر جنگ کی گئی۔ ٹریڈ یونین کے مزدوروں کے کلب۔ کسانوں کی سوسائٹیاں۔ کواپریٹو سوسائٹیاں جیل خانے یہ سب تعلیمی مرکزوں کے طور پر کام میں لائے گئے۔ جوانوں کے لئے زراعتی اور صنعتی مدرسے روزانہ اور صرف اتوار کو کھلنے والے مدرسے جاری کئے گئے۔ جہالت دور کرنے کے لئے ایک غیر معمولی

کمیشن مقرر ہوئی۔ اور جہالت کا بیڑا غرق کرنے والی سوسائٹی قائم ہوئی جس میں بہت سے ممبر تھے۔ مقصد یہ نہیں تھا۔ کہ معمولی لکھنا۔ پڑھنا یا حساب کتاب سکھا دیا جائے۔ بلکہ غرض یہ تھی۔ کہ لوگوں میں مجلسی علم پیدا کیا جائے تاکہ ملک کو ترقی دینے کے لئے مل کر کام کرنے کی خواہش پیدا ہو۔ لائبریریوں کی تعداد بسرعت تمام بڑھ رہی ہے۔ اور ہر ایک لائبریری کے ساتھ ایک یا زیادہ سٹڈی سرکل ہیں۔ سفری لائبریریاں بھی ہیں۔ چھوٹی چھوٹی سستی کتابیں جن میں کسانوں اور مزدوروں کے روزانہ مسائل پر بحث ہوتی ہے۔ لاکھوں کی تعداد میں چھاپے جاتے ہیں ؛

ان سب کوششوں کا نتیجہ یہ ہوا ہے۔ کہ شہری رقبوں اور کارخانوں کے مزدوروں کے درمیان عملی طور پر بے علمی دور ہو گئی ہے۔ لیکن کسانوں پر ابھی تک کوئی بڑا اثر نہیں پڑا۔ علاوہ اور کئی طریقوں کے سرخ فوج کے ذریعے بھی کسانوں کو تعلیم دی جاتی ہے۔ اس فوج میں زیادہ تر کسان ہی بھرتی ہوتے ہیں۔ دو سال تک کسانوں کو اس فوج میں کام کرنا پڑتا ہے۔ اس عرصے میں انہیں ایک تعلیمی کورس پڑھایا جاتا ہے۔ اور فوج سے نام کٹنے سے پہلے ایک خاص عملی تعلیمی کورس انہیں گاؤں میں تعلیمی اور تمدنی کام کرنے کے قابل بنا دیتا ہے۔ بہت سے لوگوں کو فوج میں تربیت حاصل کرنی ہوتی ہے۔ جب وہ تربیت حاصل کر کے اپنے گھر واپس آتے ہیں۔ تو وہ گاؤں کی حالتوں کو درست کرتے اور اشاعت تعلیم میں مدد دیتے ہیں ؛

خاص قسم کے مدرسے اور تعلیم گاہیں۔ اور ریسیرچ انسٹی ٹیوٹ صنعتی مدرسے۔ مزدوروں کی فیکلٹیاں۔ کسانوں کے مدرسے۔ بہروں اور اندھوں کے مدرسے مصوری اور موسیقی کے مدرسے کثرت سے ہیں۔ ایک نہایت اہم تعلیم گاہ اندھے۔ گونگے۔ بہروں کی سائیکالوجی کے متعلق ہیں۔ بچوں کے مزاج کا معائنہ کرنے کے لئے بڑے بڑے فلاسفر اور ڈاکٹر اور ماہرانِ تعلیم اس تعلیم گاہ میں کام کرتے ہیں:

اعلےٰ تعلیم کے لئے بیس کے قریب یونیورسٹیاں ہیں۔ ان کے علاوہ ماسکو میں کمیونسٹوں کی دو خالص یونیورسٹیاں ہیں۔ جن میں سے ایک کا نام مشرقی یونیورسٹی ہے۔ اور ایک نام سن یٹ سن یونیورسٹی ہے اُن میں اشتراکیوں کے اصول اور پروپاگنڈہ کے طریقے سکھائے جاتے ہیں:

انقلاب کے بعد عام میلان یہ پایا جاتا تھا۔ کہ پرانے عہد حکومت سے تعلق رکھنے والی جو شے بھی ہے۔ اُسے تباہ کر دیا جائے۔ قدیم زمانے کے مشہور و معروف مستند روسی مصنفوں کی تصانیف کو بھی حقارت کے ساتھ سرمایہ داروں کی تصانیف کہا جاتا تھا۔ اور انہیں پڑھائی میں داخل نہیں کیا جاتا تھا۔ مذہب پر تو بڑے زور شور سے حملے کرتے تھے۔ مگر رفتہ رفتہ یہ میلانات کم ہو رہے ہیں۔ مدرسوں میں مذہب کے خلاف سرگرمی سے پرچار نہیں کیا جاتا۔ اگرچہ تعلیم میں مذہبیت کا کوئی اشارہ نہیں ہوتا:

میکسم گورکی نے مرو ملین رولینڈ کو جو چھٹی لکھی تھی۔ اور جو حال میں اخبارات میں شائع ہوئی ہے۔ اس میں درج ہے۔ کہ زار کے زمانے کے روسی مصنفوں کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ اور ان کی قدر کی جاتی ہے۔ روسی خواہ وہ کمیونسٹ ہی ہو۔ مگر فنونِ لطیفہ سے اُس کو خاص لگاؤ ہوتا ہے۔ اور اچھے لٹریچر اور کاریگری اور موسیقی کی قدر کرتا ہے ؛

لینن خود بھی مشہور روسی مصنفوں کی تصانیف کا بڑا شائق تھا۔ اور اچھی موسیقی کا اُس کے دل پر بڑا اثر تھا۔

لوناچارسکی موجودہ وزیرِ تعلیم روس کی بابت ایک کہانی بیان کی جاتی ہے جس سے اُس کے خیالات کا پتہ چلتا ہے۔ انقلاب کے ابتدائی دنوں میں جبکہ خانہ جنگی ہو رہی تھی۔ خبر آئی۔ کہ ماسکو میں قصرِ کریملن کا ایک حصہ مسمار کر دیا گیا۔ یہ خبر بعد میں غلط ثابت ہوئی۔ لیکن اُس وقت لوناچارسکی پر اُس کا بڑا اثر تھا۔ وہ پرنم آنکھوں کے ساتھ لینن کے پاس دوڑا گیا۔ اور اپنا استعفےٰ پیش کر دیا۔ اُس نے کہا۔ کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ کہ زمانہ گذشتہ میں جو خوبصورت عمارتیں بنائی گئی تھیں۔ وہ سب منہدم کر دی جائیں۔ اُسے استعفےٰ واپس لینے پر رضامند کر لیا گیا۔ لیکن اس وقت جبکہ روس کے فنونِ لطیفہ کا انچارج اُسے بنا دیا گیا۔ اب وہ محکمہ تعلیم کے اعلےٰ افسر کی حیثیت سے لائبریریوں۔ عجائب خانوں۔ موسیقی۔ سینما وغیرہ کی نگرانی کرتا ہے۔ وہ ایک شاعر اور ڈرامہ نویس اور ہمدرد نوعِ انسان ہے۔ اور ساتھ ہی ایک انقلابی اور اشتراکی ہے۔ اُس نے روس میں ایسا طریقہ تعلیم

جاری کیا ہے۔ جس کا مطمع نظر نہایت وسیع ہے۔

ایک اور لیڈر جس کی روس کی تعلیم زیر بار منت ہے۔ میڈم کرلپسکایا ہے۔ جو اپنے شوہر لینن کی مصیبت کے دنوں میں اور کامیابی کے دنوں میں شریک زندگی رہی ہے۔ جلاوطنی کے زمانے میں بھی اس کی مسائل تعلیم پر خاص توجہ مبذول رہی۔ اُس زمانے میں اس نے ایک کتاب لکھی تھی۔ جس کا نام ہے "تعلیم عامہ اور حریت"۔ وہ نہایت سادہ لباس پہنتی ہے وہ خوبصورت نہیں ہے۔ لیکن چند منٹ کی بات چیت کے بعد ہی اس کی خوبیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ لینن کی موت کے بعد سوویٹ کانگرس میں تقریر کرتے ہوئے اُس نے جو کچھ کہا تھا۔ اس سے اُس کے خیالات کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اُس نے کہا:-

"رفیقو۔ مرد و عورت مزدورو! مرد و عورت کسانو! لینن کی شخصیت کی ظاہری عزت نہ کرو۔ اُس کی یادگار میں بُت نہ بناؤ۔ اُس نے اپنی زندگی میں ان چیزوں کی کبھی خواہش نہیں کی تھی۔ یاد رکھو۔ کہ اس ملک میں نہایت مفلسی اور تباہی موجود ہے۔ اگر تم لینن کے نام کی عزت کرنا چاہتے ہو۔ تو بچوں کے ہوم کنڈر گارٹن۔ مدرسے لائبریریاں۔ سفری شفا خانے ہسپتال محتاج خانے وغیرہ تعمیر کرو"۔

چودھواں باب

کاشتکار اور زمین

سوویٹ یونین میں ماسکو کا بڑا رسوخ ہے۔ وہ سارے روس پر چھایا ہوا ہے۔ اور دنیا کے دوسرے ملکوں پر اثر انداز ہے۔ لیکن ماسکو اور لینن گراڈ اور دوسرے شہر دیہات کے سمندر میں چند جزیروں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ کیونکہ ہندوستان کی طرح روس میں بھی بے شمار دیہات ہیں۔ اور وہ زراعتی ملک ہے۔ اس کی ۸۰ فی صدی آبادی دیہات میں آباد ہے۔ اور اُس کے مزدوروں کی ۷۵ فی صدی تعداد زراعت کا کام کرتی ہے۔

ملک میں صنعتی ترقی جاری کرنے کی بے حد کوششیں کی گئیں۔ لیکن ابھی عرصۂ دراز تک روس زیادہ تر زراعتی ملک ہی رہے گا۔ پس روس کے سمجھنے کے لئے اُس کے دیہات میں جانا چاہیئے۔ اور کاشتکاروں کو کام کرتے ہوئے دیکھنا چاہیئے۔ اور سوویٹ حکومت کا نفع نقصان جانچنے کے لئے اُس فرق کو دیکھنا چاہیئے۔ جو نئی حکومت نے کاشتکاروں کی حالت میں پیدا کیا ہے۔

لیکن ملک کی بے حد وسعت اس تحقیقات کو دشوار بنا دیتی ہے۔ دیہاتی حالتیں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہیں۔ ماسکو کے قریب ہی دیہات میں جو حال ہے۔ ممکن ہے۔ کہ دور دراز کے دیہات میں اُس سے مختلف ہو۔ ایک دو سال کا عرصہ گزرا یہ خبر آئی تھی۔ کہ سائبیریا کے جنگلوں میں ایک تحقیقاتی پارٹی دفعتہً ایک ایسی بستی میں پہنچی۔ جہاں پندرہ سو آدمی آباد تھے۔ جن کے وسائل آمد و رفت بیرونی دنیا سے بالکل منقطع تھے۔ اُنہوں نے جنگ عظیم کا ذکر تک نہ سنا تھا۔ اُن کے خیال میں زار ابھی تک برسرِ حکومت تھا۔ اس رپورٹ پر بمشکل یقین آ سکتا ہے۔ اگرچہ یہ لینن گریڈ کے ایک اخبار میں شائع ہوئی تھی۔ لیکن خواہ یہ محض من گھڑت کہانی ہو۔ یا مبالغہ آمیز مگر اس سے سوویٹ یونین کے علاقوں میں جو مختلف حالتیں ہیں۔ اُس کا کچھ اندازہ ہوسکتا ہے؛

ابھی بہت عرصہ نہیں گزرا۔ کہ کاشتکاروں کی غلامی روس میں موجود تھی۔ ۱۸۶۳ء میں ان کاشتکاروں کی آزادی کے اعلان شائع ہوئے تھے ان دنوں میں کاشتکاروں کی ۶ کروڑ آبادی میں سے ۵ کروڑ کے قریب مختلف قسم کے غلام تھے۔ جو سرکاری زمینوں پر یا شاہی خاندان کی اراضیات پر یا بڑے زمینداروں کی جاگیروں میں کام کرتے تھے۔ اس زمانے میں مالکان اراضی کو از روئے قانون کامل اختیار حاصل تھا۔ کہ اپنے کاشتکاروں کے ساتھ جو چاہے۔ سو برتاؤ کرے انہیں گھونسوں اور تازیانوں کے ساتھ سزا دے۔ انہیں یہ بھی اختیار تھا۔

کہ نافرمان کاشتکاروں کو سائبیریا میں جلاوطن کر دیں۔

آزادی کے فرمان سے کاشتکاروں کو پنجۂ ظلم سے رہائی نہیں ملی تھی۔ عام طور پر ان کے پاس بہت تھوڑی زمین ہوتی تھی۔ جو اچھی حیثیت کی نہ تھی۔ اور زمین کی قیمت اور مالیے کا بوجھ جو پرانے زمینداروں کو ادا کرنا پڑتا تھا۔ گاؤں کے سر پر ناقابل برداشت بوجھ ہوتا تھا۔ سلطنت کی طرف سے زمین خریدنے کے لئے زر تقاوی دیا گیا۔ اس نئے انتظام سے صرف زمینداروں کو فائدہ پہنچا جنہیں نقد روپیہ مل گیا۔ اور ہر قسم کی تشویشوں سے بری ہو گئے۔

جب انقلاب کی تحریک دیہات میں پہنچی۔ تو وہاں اس کی بہت کم قدر کی گئی۔ روس کے کاشتکار ہندوستانی کسانوں کی طرح آزادی کے مبہم خیالات کو نہیں سمجھ سکتے ہیں۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں۔ کہ اُن کے پاس زمین ہو۔ اور لگان کم ہو۔ اور کوئی اُن پر ظلم نہ کرے۔ روس کے چند مشہور ناول نویسوں نے اس زمانے کے حالات کی کہانیاں لکھی ہیں۔ جبکہ نوجوان انقلاب پسندوں کو کسان لوگ مشتبہ نظر سے دیکھتے تھے۔ اور بعض دفعہ انہیں پولیس کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔

جنگ روس و جاپان کے بعد کسانوں نے اکثر مقامات پر سرکشی کی کئی جگہ بلوے ہوئے اور بدامنی پھیلی۔ حکومت نے انہیں دبا دیا۔ لیکن ایجیٹیشن پورے طور پر بند نہ ہوا۔ اور کسانوں کی ایک یونین بنائی گئی۔ جن کا نعرہ یہ تھا۔ کہ تمام اراضیات ان لوگوں کی ہونی چاہئیں۔ جو ان پر

کام کرتے ہیں ؛

کسانوں کی اِس طرح مدد کی گئی۔ کہ پرانے طریقے کی دیہی کونسلیں بنا دی گئیں جنہیں میر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ ایک قسم کی پنچایتیں تھیں جو زمانہ حال کی آزادی کے اصولوں پر قائم کی گئیں۔ اُن کے جلسے اکثر کھلے میدانوں میں ہوتے تھے۔ جن میں گاؤں کے مقامی معاملات پر بحث کی جاتی تھی۔ بعض دفعہ اراضی شاملات دیہہ کے وہ مالک ہوتے تھے جس کی پیداوار وہ باہم تقسیم کر لیا کرتے تھے۔ وہاں سرکاری لوکل باڈیز بھی ہوتی تھیں۔ جو زمیسٹو کہلاتی تھیں۔ ان کی ممبری کے لئے حق ووٹ جائداد کے اعتبار سے حاصل تھا۔ اور عام طور پر زمینداروں کا اُن میں غلبہ تھا۔ وہ بالکل ہندوستان کے ڈسٹرکٹ بورڈوں کے مشابہ تھیں ؛

جنگ سے کسانوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچا۔ ان کے بہترین آدمی فوج میں مارے گئے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ روسی فوجوں کے ستر لاکھ کے قریب آدمی ہلاک ہوئے۔ یا ناکارہ ہو گئے۔ زمینیں غیر مزروعہ پڑی رہیں۔ اور جہاں عرصہ دراز تک لوگوں نے جنگلات کاٹ کر زمینیں قابل کاشت بنائی تھیں۔ وہاں جنگلات پھر پیدا ہو گئے۔ اور کئی نسلوں کے کام کو ملیا میٹ کر دیا۔ لوگوں میں عجیب قسم کے خیالات پیدا ہو گئے۔ "امن اور زمین" کی پکار چاروں طرف سے بلند ہوئی۔ جس میں باشندوں نے "روٹی" کے مطالبے کا اضافہ کیا ؛

انقلاب کے ابتدائی دور میں کسان لوگ بالشویکوں سے علیحدہ رہے مگر کسانوں کی امداد کے بغیر بالشوازم کا خاتمہ ہو جانا لازمی تھا۔آخر کار کسانوں کی کانگرس میں لینن کامیاب ہو گیا۔ مگر اس سے پہلے ہی کسانوں نے قانون اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا۔اور زمینداروں سے زمینیں چھین کر ان کے مالک بن بیٹھے تھے۔

جب خانہ جنگی شروع ہوئی۔اور بعض اندرونی دشمنوں نے بیرونی۔ روپیہ اور اسلحہ کی امداد سے سوویٹ گورنمنٹ پر حملے کئے۔ تو وہ زمانہ کسانوں کے لئے بڑی آزمائش کا تھا۔انہیں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ جو زمینیں انہوں نے بڑی مصیبتوں کے بعد حاصل کی ہیں۔مبادا اُن کے ہاتھ سے نکل جائیں لہٰذا وہ سوویٹ گورنمنٹ سے مل گئے۔ اور زیادہ تر انہیں کی مدد سے سوویٹ کو فتحمندی حاصل ہوئی لیکن جنگ کے بعد قحط اور وبائیں پھیلیں۔اور اس تباہی اور مصیبت کے دنوں میں ازسرِنو تعمیر کا کام کرنا پڑا تھا۔

سوویٹ گورنمنٹ نے جو احکامات شروع میں جاری کئے۔ان کی رو سے زمین کو قومی ملکیت قرار دیا گیا۔ زمین کی خرید و فروخت یا کرائے پر دینے یا بطور ضمانت کے رہن رکھنے کی ممانعت کی گئی۔ زمین سے فائدہ اٹھانے کا حق بلالحاظ جنس کے تمام اُن باشندوں کو دیا گیا۔ جو کاشت کا کام کرنا چاہیں۔ خواہ وہ کاشت خود اپنے خاندان کے ذریعے کریں۔ یا چند آدمی مل کر کریں۔ اور وہ اُس وقت تک زمین سے فائدہ

اٹھا سکتے ہیں۔ جب تک کہ وہ کام کرنے کے قابل ہوں۔ اجرت دے کر مزدوروں سے کھیتوں میں کام کرانا ممنوع ہے۔ اس طرح سے زمین کاشتکاروں کو مل گئی۔ اور جو قرضہ اراضی پر چڑھا ہوا تھا۔ وہ اس سے بری ہو گئے۔ اور انہیں زمینداروں کو جو سالانہ مالیہ ادا کرنا پڑتا تھا۔ اس سے چھٹکارا حاصل ہو گیا۔ بعض بڑی بڑی جاگیروں کو گورنمنٹ نے لے کر وہاں نمونے کے فارم بنا دیئے۔ کاشتکاروں کے درمیان اراضی کی تقسیم کا معاملہ دیہاتی پنچائتوں پر چھوڑ دیا گیا۔

اس پرانے طریقے کی وجہ سے کہ پنچائتیں زمین کی مالک ہوں۔ زمین کو قومی ملکیت میں لانے کے کام میں آسانی ہو گئی۔ کھیتی باڑی کے دنوں میں کاشتکاروں کو کھیتوں کے قریب رہنا پڑتا ہے۔ موسم گرما میں عورتیں کھیتی کے کام میں مدد دیتی ہیں۔ اور سردی کے دنوں میں وہ چرخہ کاتنے۔ جالی کاڑھنے۔ اور سینے پرونے کے کام میں مصروف رہتی ہیں۔

ابتدائی اعلانوں کے ذریعے زمین کو استعمال میں لانے کا حق منتقل کرنا ممنوع تھا۔ لیکن باوجود اس کے زمین کرائے پر دینے کا خلاف قانون طریقہ جاری رہا۔ ۱۹۲۲ء میں قانون بدل گیا۔ اور ایک معینہ قلیل عرصے کے لئے اراضی کرائے پر دینے کی اجازت دے دی گئی۔ اور مزدوروں سے اجرت پر کام لینا بدستور ممنوع رہا۔ لیکن اس سے بھی لوگوں کی مشکلات کافی طور پر دور نہ ہوئیں۔ کیونکہ اکثر خاندانوں کے

خاندانوں کے پاس قلبہ رانی کے لئے گھوڑے یا دوسرے مویشی نہ تھے۔ اس لئے ۱۹۲۶ء میں قانون میں مزید تبدیلی کی گئی۔ اراضیات کو کرائے پر دینے کی میعاد بڑھائی گئی۔ اور اس قسم کی زمینوں پر اجرتی مزدوروں سے چند شرائط کے ساتھ کام لینے کی اجازت دی گئی۔ زمینوں کے کرائے پر دینے کے ٹھیکوں کا مقامی حکام کے پاس رجسٹر ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی لازمی ہے۔ کہ کرایہ دینے والے کے خاندان کے آدمی زمین پر ضرور کام کریں۔ اگرچہ وہ اپنی امداد کے لئے مزدور اجرت پر لے سکتے ہیں۔ کرائے کے مزدوروں کو رہائش اور خوراک بالکل اُسی قسم کی دینی پڑتی ہے۔ جیسی کہ خاندان کے آدمیوں کو ٭

کاشتکار لوگ گورنمنٹ کو صرف ایک ٹیکس دیتے ہیں یعنی زراعت کا ٹیکس۔ اس کا انتظام اس طور پر کیا گیا ہے۔ کہ متمول کسان نہ صرف تناسب سے زیادہ ٹیکس دیتے ہیں۔ بلکہ ان کے ٹیکس کی شرح بڑھتی رہتی ہے۔ بخلاف اِس کے غریبوں کسانوں کی بڑی تعداد کو ٹیکس سے بالکل صاف رکھا گیا ہے۔ اس بنیاد پر کہ ان کی آمدنی بہت کم ہے۔ اُن کی زندگی کا معیار کمتر درجے کا ہے۔ اور ٹیکس وصول کر کے اُسے زیادہ گھٹانا نامناسب ہے۔ اس لئے اُن سے کوئی ٹیکس نہیں لیا جاتا۔ گذشتہ سال تک ۲۵ فی صدی کسان ٹیکس سے بری تھے۔ انقلاب کی دسویں سالگرہ پر گورنمنٹ نے اعلان کیا۔ کہ وہ ۱۰ فیصدی اور کسانوں کو ٹیکس سے بری کرنا چاہتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ تجویز بھی ہے

ہے۔ کہ غریب کسانوں میں سے بڈھے آدمیوں کو گورنمنٹ کی طرف سے پنشنیں دی جائیں ؛

رُوس بڑا غریب ملک ہے۔ اور وہاں اشاعت تعلیم۔ ترقی زراعت اور صنعتوں کی توسیع کے لئے روپے کی سخت ضرورت ہے۔ اِس لئے یہ بات حیرت انگیز ہے۔ کہ روپے کی قلت کے باوجود ٹیکسوں میں مزید تخفیف کی جائے ۱۹۲۶ء کی کمیونسٹ پارٹی کی کانگرس میں بیان کیا گیا ہے۔ کہ ہم کسانوں کو محض ٹیکس وصول کرنے کا آلہ خیال نہیں کرتے ٹیکس میں اضافہ ہونے اور اشیاء کی خوردہ فروشی کے نرخ بڑھ جانے سے گاؤں کی طاقت پیدا وار کی ترقی رُک جائے گی ؛

۲۵-۱۹۲۴ء میں ہر ایک کسان خاندان کے ٹیکس کا اوسط ۲،۱۴ روبل تھا ۲۶-۱۹۲۵ء میں ۳، ۹ روبل۔ اور ۲۷-۱۹۲۶ء ۹۶، ۱۱ روبل۔ (۱۰ روبل = ۱ پونڈ) ٹیکس صرف مزروعہ اراضیات پر لیا جاتا ہے۔ اور ممبرانِ خاندان کی تعداد کے مطابق اُس میں کمی بیشی ہوتی ہے۔ مویشیوں پر بھی ٹیکس وصول کیا جاتا ہے اور انہیں ایک ایکڑ زمین کا جزو سمجھا جاتا ہے۔ اراضی کے ٹیکس کے کئی درجے ہوتے ہیں۔ چنانچہ ۱۵۰ روبل کی آمدنی پر ۷۵ء۴ فی صدی ٹیکس عائد ہے۔ اور ۲۰۰ روبل کی آمدنی پر ۲۵ء۵ فی صدی۔ اور ۳۰۰ روبل کی آمدنی پر ۷۵ء۵ فی صدی۔ ۴۰۰ روبل کی آمدنی پر ۸ فی صدی۔ ۶۰۰ روبل پر ۷۵ء۱۰ فی صدی۔ ۶۰۰ روبل سے زیادہ پر ۱۴ فیصدی؛ زراعتی ٹیکس کا بہت بڑا حِصّہ مقامی ضروریات پر خرچ کیا جاتا ہے۔

۲۶-۱۹۲۵ء میں مالیہ اراضی سے ½ ۲۳ کروڑ روبل کی آمدنی ہوئی جس میں سے ۱۰ کروڑ روبل مقامی طور پر خرچ کئے گئے - گویا کہ ٹیکس مقامی اور قومی دونوں بجٹوں کے لئے ہوتا ہے - اکثر دیہات اپنی ضرورتوں کے لئے خود ٹیکس لگا لیتے ہیں - یہ ٹیکس مالیہ اراضی کا بعض دفعہ ۳۵ فی صدی حصہ ہوتا ہے - اور ایک جگہ ۷۰ فیصدی تک لگا یا گیا تھا ؛

انقلاب کے تھوڑے ہی عرصے بعد بہت سی پنچائتیں بن گئیں - مزدوروں کی ٹولیوں نے چھوٹی چھوٹی کمیٹیاں بنالیں - تاکہ کھیتوں میں مل کر کام کریں - اور مشترک زندگی بسر کریں - اکثر مذہبی جماعتوں نے بھی ایسا ہی کیا - لیکن باوجود اِن ابتدائی کامیابیوں کے تحریک متزلزل ہوگئی - زیادہ تر تفصیلی معاملات میں اختلاف رائے کی وجہ سے رفتہ رفتہ اُن کی جگہ اِن پنچایتوں کی جگہ "آرٹیل" قائم ہوگئیں - جو کسانوں کی انجمن تھی - انہوں نے اپنے ذرائع جمع کرکے زمین سے ایک مشترک قطع کو کاشت کیا - اُس کے بعد زمین کے متعلق اور بھی کئی ایک امدادِ باہمی کے طریقے جاری ہوئے ؛

مِل جُل کر کاشت کرنے میں بڑا فائدہ یہ تھا - کہ مشینوں سے کام لے سکتے تھے - جو انفرادی طور پر کسانوں کی پہنچ سے باہر ہیں - آجکل روس میں ٹریکٹر کی بڑی قدر کی جاتی ہے - اور اسی کی بدولت اراضی کے متعلق امدادِ باہمی کے طریقے بڑے پیمانے پر جاری ہوئے ؛

زراعتی بنک اور قرضہ دینے والی سوسائٹیاں ہر جگہ قائم ہو گئیں۔ اور قرضہ حاصل کرنے میں بہت آسانیاں حاصل ہوئیں۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں ان سوسائٹیوں کے ممبروں کی تعداد ۴۲ لاکھ سے اوپر تھی۔ اِن سوسائٹیوں کی وساطت سے سرمائے کے لئے قرضے کی صورت میں امداد دی جاتی ہے یا بیج قرضے پر دیئے جاتے ہیں۔ یا زراعتی مشینوں کی قیمتیں قسطوں میں لی جاتی ہیں؛

سوویٹ گورنمنٹ زیادہ گھنی آبادی کے کسان خاندانوں کو ترکِ وطن کرکے ملک کے دُوسرے حصّوں میں آباد ہونے کی ترغیبیں دینے کی ہر ممکن کوشش کر رہی ہے۔ زمینیں مفت دی جاتی ہیں۔ ریل کے کرائے میں رعائت کی جاتی ہے۔ قرضے دیئے جاتے ہیں اور کچھ عرصے کے لئے ٹیکس معاف کر دیا جاتا ہے؛

رُوس میں گھریلو صنعتیں بڑی ترقی پر تھیں۔ لاکھوں مرد اور عورتیں ان میں مصروف رہتی تھیں۔ دورانِ جنگ میں اور اُس کے بعد وہ بہت کم رہ گئی تھیں۔ لیکن پھر ان میں ترقی ہو رہی ہے۔ اُن کی ہر طرح حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ اور جو ٹیکس اُن کی ترقی میں حارج تھے۔ وہ دُور کئے جا رہے ہیں۔ گھریلو صنعتیں سردی کے مہینوں میں زیادہ کارآمد ہوتی ہیں۔ جبکہ اور کچھ کام کرنے کو نہیں ہوتا۔ پارچہ بافی۔ بوٹ۔ ٹین کے برتن۔ لکڑی کی چیزیں اور بہت سی چیزیں دستی طور پر یا سادہ مشینوں سے بنائی جاتی ہیں؛

میں نے کسی دوسری جگہ کسانوں کی سنتھاؤں اور اُن کی بہت سی دوسری

سرگرمیوں کا ذکر کیا ہے - اُن کے اپنے اخبارات نکلتے ہیں - میلے ہوتے ہیں - اُن کے دارالعلوم ہیں - اور صنعت گاہیں ہیں - لائبریریاں ریڈنگ روم اور عورتوں کے کلب ہیں - بے علمی کو دُور کرنے اور امدادِ باہمی کی سوسائٹیاں ہر جگہ پائی جاتی ہیں - اور نوجوانوں کی انجمنیں بھی ہیں ⁂

رُوس کے دیہات کی حالت میں بڑی بھاری تبدیلی ہوئی ہے - پادریوں کا اقتدار کم ہوگیا ہے - تاہم ابھی تک وہ سرگرمیوں کے مرکز بنے ہوئے ہیں - اور مذہبی تہوار منائے جاتے ہیں - مذہبی دعوتیں ہوتی ہیں - تقریبیں منائی جاتی ہیں - سول شادیوں میں اگرچہ آسانیاں ہیں لیکن بہت لوگ اب بھی گرجاؤں میں جاکر شادیاں کرتے ہیں ⁂

تاہم رفتہ رفتہ گرجا کی جگہ فروڈنی ڈیم لے رہے ہیں - جنہیں پنچائیت گھر کہنا چاہیئے - جہاں عموماً لائبریری اور ریڈنگ روم ہوتا ہے - اور وہیں کلب اور مدرسہ اور تھیئٹر اور ہر ایک پنچائیت گھر میں ایک گوشہ لینن کے لئے مخصوص ہے - جہاں ایک سُرخ کپڑا لٹکا ہوا ہے ⁂

پندھواں باب

عورتیں اور شادیاں

رُوس کے متعلق عموماً یہ سوال سب سے پہلے دریافت کیا جاتا ہے۔ کیا سچ مچ وہاں عورتوں کو قومی جایٔداد بنا لیا گیا ہے؟ یہ سمجھنا آسان نہیں ہے۔ کہ عورتوں کے قومی جایٔداد بنائے جانے کے معنے کیا ہیں۔ غالباً اخبارات کے نامہ نگار اور ایڈیٹر جنہوں نے اس جز کو پھیلانے میں سعی بلیغ کی ہے۔ خود نہیں سمجھتے۔ کہ وہ کیا لکھ رہے ہیں۔ شاید ان کے دل میں یہ خیال جاگزیں ہے۔ کہ مرد اور عورتوں کے ناجائز تعلقات تمام سوویٹ علاقوں میں جائز قرار دیئے گئے ہیں۔ اور وہ خیال کرتے ہیں اور اُن کی خواہش ہے۔ کہ دوسرے لوگ بھی ایسا ہی خیال کریں۔ کہ رُوس میں عورتوں کی حیثیت حد درجہ تنزل کر گئی ہے۔ اور وہ مردوں کی خواہشات نفسانی پورا کرنے کیلئے محض جایٔداد منقولہ کا حکم رکھتی ہے:

لیکن رُوس میں جانے والے سیاح یا اُس ملک کے موجودہ حالات کے مطالعہ کرنے والے ہرگز اس قسم کا احساس لے کر واپس نہیں آتے۔ زمانۂ حال کے رُوس کی عورتوں میں خواہ اور قسم کی کوتاہیاں

ہوں لیکن یہ تحقیق ہے۔ کہ وہ مردوں کے لئے کھلونا یا جائیداد منقولہ کی حیثیت نہیں رکھتی ہیں۔ وہ آزاد ہیں۔ اور بہت آزاد ہیں اور مردوں کی کنیزیں بن کر رہنے سے انکار کرتی ہیں ؂

میں ماسکو میں عورتوں کی کانفرنس میں تھوڑی دیر کے لئے گیا تھا اُس جلسے میں لینن کی بیوہ کوپسکایا اور میڈم سن یٹ سین اور معمر لیڈی کلارا زٹکن اور دوسرے ملکوں کی بہت سی خواتین موجود تھیں۔ اور یورپ کے دوسرے ملکوں کی عورتیں جنہوں نے وہاں تقریریں کیں۔ اپنی رُوسی بہنوں کی حالت پر رشک کرتی تھیں۔ جنہوں نے سوشل اور اقتصادی آزادی اُن سے زیادہ حاصل کی ہے ؂

سابقہ دورِ حکومت میں رُوسی عورتوں کی حالت اچھی نہ تھی۔ اور انہیں مردوں کی مانند مساوی حقوق حاصل نہ تھے۔ قانون مردوں کے حق میں تھا۔ بیوی اس بات پر مجبور تھی۔ کہ اپنے شوہر کا ہر ایک حکم مانے وہ خاوند کی رضامندی کے بغیر کوئی ملازمت نہیں کرسکتی تھی۔ اور طلاق حاصل کرنا اُس کے لئے تقریباً ناممکن تھا۔ شادی کے بعد عورت کی جائداد اور روپیہ پیسہ اُس کے شوہر کی تحویل میں رہتا تھا۔ دیہات میں جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ رُوسی زبان میں ایک ضرب المثل ہے۔ کہ فرصت کے وقت رُوسی کسان کا سب سے بڑا مشغلہ یہ ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنی بیوی کو زدوکوب کرتا رہتا ہے ؂

جنگِ عظیم اور اس کے بعد خانہ جنگی نے رُوس کے بہت سے

خاندانوں کو تباہ کیا۔ سوویٹ گورنمنٹ کو اس تبدیل شدہ حالات کے مطابق کارروائی کرنی پڑی۔ انہوں نے اپنے ابتدائی عہد میں مزدور عورتوں اور شادی کے متعلق قوانین بنائے لیکن یہ آئین سازی کاغذ تک ہی محدود رہی۔ اگرچہ اُس نے عوام الناس کی ذہنیت بہت کچھ تبدیل کر دی انقلاب کے دو سال بعد لینن نے تقریر کرتے ہوئے ایک موقع پر کہا تھا:

مزدوروں کی گورنمنٹ نے عورتوں کے متعلق اپنے دورِ حکومت کے پہلے ہی مہینوں میں آئین سازی سے حالات بالکل بدل دیئے ہیں۔ سوویٹ گورنمنٹ نے اُن قوانین کے منسوخ کرنے میں جنہوں نے عورتوں کو مردوں کی کنیزیں بنا رکھا تھا۔ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اب ہم فخر کے ساتھ اور بغیر کسی مقابلے کے کہہ سکتے ہیں۔ کہ سوویٹ روس کے باہر دنیا میں ایک ملک بھی ایسا نہیں ہے۔ جہاں عورتوں کو پورے طور پر مساوی حقوق دیئے گئے ہوں۔ اور جہاں عورتوں کی حالت ایسی ذلیل نہیں ہے۔ جو روزانہ گھریلو زندگی میں محسوس کی جاتی ہے۔ ہمارا یہ کام اہم ترین اور اول ترین کاموں میں تھا۔ اِس میں شک نہیں۔ کہ محض قوانین کافی ہیں۔ اور محض احکامات جاری کرنے پر ایک منٹ کے لئے بھی مطمئن نہ ہوں گے۔ دُنیا کے نہائیت ترقی کردہ ممالک کے نقطۂ خیال سے سوویٹ روس میں عورتوں کی حالت نہائیت بلند ہے۔ لیکن ہم صاف کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ صرف ابتدا ہے"۔

مزدوروں کے متعلق جو قوانین بنائے گئے۔ وہ مزدور عورتوں کے لئے خصوصیت سے مفید تھے۔ ان کے علاوہ عورتوں کی حفاظت کے لئے خاص قوانین بھی وضع کئے گئے۔ کام کے لئے آٹھ گھنٹوں کا دن قرار دیا گیا۔ جس کی بابت اب تجویز ہے۔ کہ سات گھنٹے کا کر دیا جائے۔ سالانہ تعطیلات مالکوں کے خرچ پر مزدوروں کی زندگی کا بیمہ۔ طویل ملازمت کے بعد پنشن۔ آرام گاہیں۔ بیماروں کی صحت گاہوں میں رکھنا۔ چودہ سال کے کم عمر لڑکے لڑکیوں کو کام پر لگانے کی ممانعت۔ چودہ سال سے سولہ سال کی عمر تک تربیت کے طور پر صرف چار گھنٹے روزانہ کام لیا جانا۔ اور سولہ سال سے اٹھارہ سال تک چھ گھنٹے کام لینے کے قوانین جاری کئے گئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ کارخانوں اور ٹریڈ یونینوں کی کمیٹیوں کو مزدوروں کی حالتیں درست کرنے کے متعلق بڑے اختیار حاصل ہیں۔ عورتوں اور بچوں والی ماؤں کی حفاظت کے لئے حسبِ ذیل قوانین نافذ ہیں:۔

(۱) خطرناک صنعتوں اور زیادہ محنت کے کاموں پر عورتوں اور اٹھارہ سال سے کم عمر کے لڑکے لڑکیوں کو لگانے کی ممانعت ہے۔ مثلاً کیمیاوی صنعتیں اور دوسرے کام جن میں مزدوروں کو سیسے کے بُرا دے سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو:

(۲) کارخانے کی مزدور عورتوں کو اور دوسری عورتوں کو جن کے کام تکان پیدا کرنے والے ہوں۔ زچگی کی صورت میں چار ماہ کی رخصت ملتی

ہے ۔ اور غیر صنعتی دفاتر میں کام کرنے والی عورتوں کو تین ماہ کی ؛

(۳) حاملہ عورتوں کے لئے رات کو کام کرنے یا اوور ٹائم (زاید از وقت) کام کرنے کی ممانعت ہے ؛

(۴) حاملہ عورت کو اس جگہ سے جہاں وہ باقاعدہ کام کرتی ہے ۔ اُس کی مرضی بغیر دوسری جگہ نہیں بھیجا جا سکتا ؛

(۵) شیر خوار بچوں کی ماؤں کی چھٹی کے معمولی گھنٹے کے علاوہ ہر ۳½ گھنٹے کے بعد بچوں کو دودھ پلانے کے لئے کم از کم آدھ گھنٹے کی چھٹی دی جاتی ہے ۔ اور یہ اوقات کام کے گھنٹوں میں شمار کئے جاتے ہیں ۔ اور اُن کی پوری مزدوری ملتی ہے ؛

اِس بات کا اندیشہ تھا ۔ کہ حاملہ عورتوں کو جو مراعات دی گئی ہیں ممکن ہے ۔ کہ اُن کی وجہ سے کارخانوں کے مالک کسی معقول وجہ کے بغیر انہیں برخاست کر دیا کریں ۔ اس لئے قانون میں ایک دفعہ ایسی بھی (رکھی گئی) ہے ۔ کہ کسی حاملہ عورت کو لیبر انسپکٹر کی منظوری کے بغیر موقوف نہ کیا جائے ؛

رات کی صحت گاہیں بھی بنائی گئی ہیں ۔ جو اُن مزدوروں کے لئے ہیں ۔ جو اِس قدر بیمار رہیں ۔ کہ کام نہ کر سکیں ۔ لیکن ان کی خبرگیری اور اچھی خوراک دینے کی ضرورت ہے ۔ کام سے فارغ ہو کر مزدور لوگ وہاں چلے جاتے ہیں ۔ اور فرصت کے گھنٹوں میں اور رات کو وہاں رہتے ہیں ؛

کارخانوں میں عورتوں کی تعداد روز افزوں ہے ۔ اگرچہ مرد اب

بھی زیادہ ہیں۔ اور ہر قسم کے کاموں میں اُنہیں لے لیا جاتا ہے۔ لیکن کچھ عرصے سے یہ خیال پیدا ہوا ہے۔ کہ عورتوں کے مساوی حقوق کے یہ معنے نہیں ہیں۔ کہ ان کو کاموں پر بھی لگا دیا جائے۔ جن کے کرنے کی جسمانی طور پر وہ اہل نہیں ہیں:

سوویٹ یونین میں عورتیں بڑے سے بڑے عہدوں پر مامور ہیں وہ رُوسی عورت تھی۔ جس کا نام کولن ٹے ہے۔ جو دنیا میں سب سے پہلی زنانہ سفیر تھی۔ رُوسی سوشلسٹ فیڈریٹڈ سوویٹ ریپبلک کی دیہاتی سوویٹوں میں ۱۹۲۶ء میں ایک لاکھ عورتیں ممبر منتخب ہوئی تھیں۔ اور ۶۹ کسان عورتیں آل یونین کانگرس آف سوویٹ کی ممبر ہیں۔ سائبریا کا علاقہ نہایت پسماندہ سمجھا جاتا ہے۔ وہاں بھی دیہاتی سوویٹ کی ۸ ہزار عورتیں ممبر ہیں۔ جن میں سے ۵۴ اپنی اپنی سوویٹ کی پریذیڈنٹ ہیں۔ یونین کے متعلق عورتوں کے حقوق مساوی ہیں۔ ۱۰ لاکھ عورتیں اپنے خاندانوں کی سرپرست ہونے کی حیثیت سے اپنی زمینوں میں کاشت کا کام کرتی ہیں:

کمیونسٹ پارٹی کا عورتوں کے لئے ایک خاص محکمہ ہے۔ جسے جنوٹڈل کہتے ہیں۔ جو عورتوں کی تعلیم اور حقوق کے متعلق نہایت سرگرمی سے کام کرتا ہے۔ یہ محکمہ کئی اخبارات شائع کرتا ہے۔ اور حفظانِ صحت۔ بچوں کی پرورش۔ کوآپریشن۔ سیاسیات کے متعلق لیکچروں کا کام کرتا ہے۔ ۸۔ مارچ کا دن تمام روس میں عورتوں کا بین الاقوامی دن منایا جاتا ہے:

سوویٹ روس میں شادی اور طلاق کے قوانین سابقہ روایات سے بالکل مختلف ہیں۔ جو مسائل انہیں پیش آئے۔ کچھ تو ان کے مشابہ تھے جو یورپ اور امریکہ کے دوسرے ممالک کو پیش آ چکے ہیں۔ اور کچھ اس وجہ سے کہ جنگ کے بعد خاندانوں کی زندگیاں شکستہ ہو چکی تھیں۔ ڈنمارک اور ٹرکی میں بھی اِسی قسم کے قوانین شادی رائج ہیں۔ پس سوویٹِ روس اِس معاملے میں دوسرے ملکوں سے مختلف نہیں ہے۔

لیکن ایک معاملہ میں روس دوسرے ملکوں سے بالکل مختلف ہے۔ روایات یا قدیم رواج کی وہاں کچھ قدر نہیں ہے۔ بلکہ اُن کے خلاف چلنے کا میلان پایا جاتا ہے۔ کیونکہ ان کا تعلق اُس زمانے کی اس زمانے کی سوسائٹی سے ہے۔ جو آج کل کے رُوس کے خیال میں غلامی کے نشانات تھے۔ ایک کمیونسٹ میں شادی کا آدرش کیا ہونا چاہیئے۔ اُس کی بابت رائے قائم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ اصول اشتراکیت کے فلاسفروں کے خیالات اِس معاملے میں مختلف ہیں۔ ان میں سے اکثر خاندانوں کے قائم رہنے کو اچھا سمجھتے ہیں لیکن خاندانوں کی صورت اِس سے بالکل مختلف ہوگی۔ جو اس وقت ہے۔

مذہبی رسم کے طور پر شادی کرنے کی ممانعت نہیں ہے۔ اور اکثر آدمی ایسا ہی کرتے ہیں۔ خاص کر دیہات میں۔ یہ دیکھ کر حیرانی

ہوتی ہے۔ کہ عدالتی شادی میں بھی کئی رسمیں داخل ہوتی جاتی ہیں
مثلاً پردوں کا لٹکا یا جانا۔ دُلھا دلھن کے مابین عہد و پیمان کا ہونا۔
اور تقریروں کا کیا جانا۔ ایک سے زیادہ شادی کرنے کی ممانعت
ہے۔ اور دوسری شادی کے وقت پہلی شادی کے واقعہ کو اخفا کرنا
جرم قرار دیا گیا ہے۔ طلاق کی عام اجازت ہے۔ اور اس کے
لئے آسان شرطیں رکھی گئی ہیں۔ طلاق کے لئے فریقین کی رضامندی
ہے۔ شادی سے جائیداد میں کسی کا نا واجب دخل نہیں ہو جاتا۔
میاں بیوی ایک دوسرے کی مدد کرنے کے لئے یکساں طور پر ذمہ وار
ہیں۔ ناجائز بچّوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ جو جائز بچّوں
کو۔ شوہر اور بیوی کو اختیار رہتا ہے۔ کہ وہ دونوں میں سے کسی کا
نام لے کر مشترک نام رکھ لیں۔ یا اپنے اپنے نام علیحدہ رکھیں۔ بچّوں کو
چودہ سال کی عمر کے بعد یہ فیصلہ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔ کہ وہ اپنے
باپ کا نام اختیار کریں گے یا ماں کا۔ انہیں یہ بھی حق حاصل ہوتا ہے
کہ اپنے مذہب اور شہریت کا فیصلہ کریں۔ والدین از روئے قانون
اپنے بچوں کو اپنے ساتھ رکھ سکتے ہیں۔ اور اُن کی پرورش کر سکتے ہیں۔
متبنّےٰ بنانے کی اجازت نہیں ہے۔

وصیت کے ذریعے جائیداد کی تقسیم کی اجازت خاص خاص صورتوں
میں دی جاتی ہے۔ اور وہ بھی جائز وارثوں کے حق میں۔ عام طور پر
بیوی اور وہ رشتہ دار جن کا گزارہ متوفی کی آمدنی پر تھا۔ مساوی حصّے

پاتے ہیں۔ اگر جائداد اِس قدر کم ہو۔ کہ تمام جائز حقداروں کو اُس سے کافی مدد نہ مِل سکے۔ تو جو رشتہ دار سب سے زیادہ حاجتمند ہوں۔ اُن کا حق فائق سمجھا جاتا ہے۔ شروع میں یہ قانون تھا۔ کہ متوفی کی بیوی کو دس ہزار روبل (ایک ہزار پونڈ) سے زیادہ ورثہ نہ ملے باقی تمام میراث گورنمنٹ لے لے۔ لیکن دو سال سے یہ قانون بدل گیا ہے۔ اور اب وارثوں کے لئے کسی رقم کی حد نہیں ہے۔ لیکن متوفیوں کی جائداد پر سرکاری ٹیکس درجوں کے حساب سے بڑھا دیا گیا ہے۔ چنانچہ ۵ لاکھ روبل سے زیادہ کی جائداد پر ۹۰ فی صدی ٹیکس ہے؛

غرضیکہ چند سال پہلے شادی کا قانون ایسا تھا۔ ۱۹۲۵ء میں اُس میں تبدیلی کرنے کی کوشش کی گئی۔ لیکن کامیابی نہیں ہوئی۔ اور اُس تجویز کو ملتوی کر دیا گیا۔ اُس کے بعد مہینوں تک مجوزہ تبدیلیوں پر رُوس میں بحث مباحثہ ہوتا رہا۔ تمام ملک میں بے شمار جلسے ہوئے۔ اور اخبارات اِسی تذکرے سے لبریز رہتے تھے۔ بڑے بڑے کمیونسٹ لیڈروں نے اس میں حصّہ لیا۔ اور بڑے بڑے گرما گرم مباحثے ہوئے عام طور پر کسان لوگ شہری آدمیوں کی نسبت زیادہ قدامت پرست ثابت ہوئے؛

قانون میں تبدیلی اِس خیال سے تجویز کی گئی تھی۔ کہ وہاں ایک لاکھ کے قریب مرد عورتیں اِس قسم کی ہیں۔ جو زن و شوہر کے طور پر رہتے

ہیں۔ لیکن اُنہوں نے اپنی شادیاں رجسٹر نہیں کرائیں۔ تجویز یہ تھی۔ کہ اِن شادیوں کو ازروئے قانون جائز قرار دیا جائے۔ اِس کی زبردست مخالفت ہوئی۔ اور بھی چند دفعات پر اعتراض کیا گیا۔ جن کے رو سے شوہر اگر بہت غریب ہو۔ تو تمام خاندان کو عورت کے گزارے کا بندوبست کرنا چاہیئے۔ لیکن عورتوں کی سوسائٹیاں غیر رجسٹر شدہ شادیوں کو جائز قرار دینے کے حق میں تھیں ؂

سب سے بڑے بحث مباحثہ کے بعد شادی کا نیا قانون نومبر ۱۹۲۶ء میں پاس ہؤا۔ اِس میں درج ہے۔ کہ شادیوں کے رجسٹر کرنے کا مقصد یہ ہے۔ کہ بیوی اور بچوں کی جائیداد اور اُن کی شخصی حفاظت کا انتظام کرنے میں آسانیاں پیدا ہوں۔ رجسٹر کرانا شادی کا مستند ثبوت ہوتا ہے۔ رجسٹر کرانا شادی کرنا نہیں ہے۔ بلکہ اس کا صرف ثبوت ہے۔ شادی اس کے بغیر بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن پھر اُس کا ثابت کرنا مشکل ہو جائے گا۔ رجسٹر شدہ اور غیر رجسٹر شدہ شادیوں کے لئے یکساں حفاظت مہیا کی گئی۔ لیکن غیر رجسٹر شدہ جوڑوں سے عدالتوں نے یہ مطالبہ کیا۔ کہ اس بات کا ثبوت پیش کرو۔ کہ دراصل شادی ہو چکی ہے۔ اگر کوئی غیر رجسٹری شدہ جوڑا ہے۔ تو اُس کی دوبارہ شادی نہیں ہو سکتی۔

بیوی کے گزارے کی ذمہ واری شوہر کے خاندان پر عائد کی گئی لیکن صرف اِس حد تک جہاں تک کہ خاندان میں شوہر کا حصّہ ہے۔ طلاق کو زیادہ آسان بنا دیا گیا۔ اگر ایک فریق طلاق لینا چاہے۔ تو فریق ثانی کی رضامندی کے بغیر بھی لے سکتا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ طلاق کی اِس

آسانی کے باوجود ہر سال طلاقوں کی تعداد فی دس ہزار گیارہ سے زیادہ نہیں ہے۔ کہتے ہیں۔ کہ یہ تعداد اُن تمام دوسرے ملکوں سے کم ہے۔ جہاں طلاق ایسی آسانی سے حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے۔ کہ نئے قانون نے اگرچہ شادیوں کی بہت سی پابندیاں دور کر دی ہیں۔ لیکن اس سے ایک شادی کرنے کی رسم کو مدد ملی ہے۔ کیونکہ ہر ایک رشتہ دار پر عورت کو گزارہ دینے کی ذمہ واری عائد کی گئی ہے۔

نئے قانون کی رُو سے متبنےٰ کرنے کی اجازت دی گئی ہے۔ پرانا قانون جس میں متبنےٰ کرنے کی ممانعت تھی۔ کامیاب ثابت نہیں ہوا۔ ایسے یتیموں کی کافی تعداد تھی۔ جن کا کوئی خبر گیراں نہ تھا۔ اور جنہیں کاشتکاروں نے اپنی امداد کے لئے رکھ لیا تھا۔ اور ان کے ساتھ اپنے بچوں کا سا سلوک کرتے تھے۔

شروع میں شادی کے لئے لڑکیوں کے لئے کم از کم عمر ۱۶ سال اور لڑکوں کے لئے ۱۸ سال مقرر کی گئی تھی۔ لیکن عورتوں کے زور دینے پر لڑکیوں کے لئے ۱۸ سال کی عمر قرار دی گئی۔

شادی کا یہ قانون صرف رُوسی سوشلسٹ فیڈرئیڈ سوویٹ ریپبلک میں نافذ ہے۔ یونین کی دوسری جمہوریتوں میں اس سے کچھ مختلف ہے۔ چنانچہ سفید روس میں صرف رجسٹر شدہ شادیاں تسلیم کی جاتی ہیں۔

کسی معاملے کی نسبت قطعی حکم لگانا مشکل ہے۔ کہ وہ اخلاق کے مطابق یا اُس کے خلاف ہے۔ کیونکہ جُدا جُدا ملکوں میں اور جُدا جُدا زمانوں میں اخلاق کے متعلق خیالات مختلف ہوتے ہیں۔ روس میں بہت سے آدمی ایسے ہیں۔ جو شادی شدہ زندگی میں دوام کو بہت کم اہمیت دیتے ہیں۔ لیکن ایسے بھی بہت ہیں۔ جو پیورٹین (پاکباز) کہلاتے ہیں۔ اور جو مرد و عورت کی ہر قسم کی بے جا نفس پرستیوں کے خلاف ہر وقت جہاد کرتے رہتے ہیں۔ ایک مشہور و معروف پروفیسر اس تحریک کا لیڈر ہے۔ جس نے یہ اصول قرار دیا ہے۔ کہ مرد اور بیوی کا تعلق مستقل رہنا چاہیئے۔ اور زن و شوہر کی قربت صرف بچّے پیدا کرنے کی غرض سے ہو۔ وہ بچّوں کی پیدائش کو روکنے کی تحریک کے خلاف ہے۔ اور حکومت بھی اس کے حق میں نہیں ہے۔ اِس وجہ سے نہیں۔ کہ اسے اِس کے خلاف کوئی اخلاقی اعتراض ہے۔ بلکہ اِس خیال سے کہ حکومت روس روس کی آبادی کی افزائش کی خواہاں ہے۔

کمیونسٹ پارٹی کے کئی ایک بڑے بڑے لیڈر۔ لینن۔ بخارن۔ لونا۔ چراسکی وغیرہ نے اِس معاملے میں فریقین کے انتہا پسندوں کے میلان طبع پر بڑی تشویش ظاہر کی ہے۔ کہ ایک طرف تو بعض لوگ اس بات کے حامی ہیں۔ کہ عورتوں اور مردوں کے تعلقات بغیر کسی روک ٹوک کے ہونے چاہئیں۔ دوسری طرف پاکبازی کے حامی اِس بات پر

زور دیتے ہیں۔ کہ غیر مرد اور عورتیں مصافحہ تک نہ کریں۔ اور ہنسی دل لگی کی بات چیت نہ کریں۔ لیڈروں نے بندشوں کے پہلو کی حمایت کی ہے۔ اور انہوں نے ہر قسم کی عیاشی کو مطعون کیا ہے۔ خواہ وہ شراب خوری ہو یا تمباکو نوشی یا عورتوں سے تعلقات ؛

لینن نے ۱۹۲۰ء میں کلارا زیٹکن کے ساتھ ان معاملات پر ایک انٹرویو میں اپنے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ اُس نے کہا یہ کہ مجھے بہت اندیشہ پیدا ہو گیا ہے۔ آئندہ نسلوں کا خیال مجھے بہت پریشان رکھتا ہے۔ وہ انقلاب کا ایک جزو ہیں۔ اگر سرمایہ دار سوسائٹی کی خرابیاں انقلابی دنیا میں شروع ہونے لگیں۔ جس طرح کہ بعض پودے اپنے آپ پیدا ہو جاتے ہیں۔ تو ضروری ہے۔ کہ اُن برائیوں کے خلاف بر وقت کارروائی شروع کی جائے" اس نے یہ بھی کہا "کہ متاہل زندگی کے معاملات کے متعلق نوجوانوں کے رویئے میں جو تبدیلی پیدا ہوئی ہے۔ وہ ایک اصول کی بنیاد پر ہے اور تھیوری پر مبنی ہے۔ ان میں سے اکثر اپنی حالت کو انقلابی یا اشتراکی کہتے ہیں۔ اور وہ صدق دلی سے ایسا ہی خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس سے میرا اطمینان نہیں ہوا۔ مجھے یہ نئی متاہل زندگی سرمایہ داروں کی سوسائٹی کی نقل معلوم ہوتی ہے۔ اور اُن ممالک کے فحش خانوں کی بدلی ہوئی شکل نظر آتی ہے۔" اس نے کہا۔ کہ "بعض لوگ یہ عذر پیش کرتے ہیں۔ کہ خواہشات شہوانی پورا کرنے کے لئے ایسی ہی آسانیاں ہونی چاہئیں۔ جیسی کہ ایک گلاس پانی پینے میں۔ بلاشبہ پیاس ضرور بجھانی چاہیئے۔" لیکن معمولی آدمی

معمولی حالتوں میں بازار میں لیٹ کر ایک متعفن چہ بچّے سے پانی پیئے گا۔ اور کیا ایسے گلاس سے پانی پینا پسند کرے گا۔ جس سے درجنوں آدمی پہلے پی چکے ہیں۔ علاوہ ازیں اِس معاملے کا سوشل پہلو اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔ پانی پینا ایک انفرادی معاملہ ہے۔ لیکن جب دو انسان محبّت میں شریک ہوتے ہیں۔ تو اُس سے ایک تیسری نئی زندگی ظہور میں آتی ہے۔ اور یہاں سے سوسائیٹی کے مفاد کا تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اجماعی فرائض کا خیال کرنا لازمی ہو جاتا ہے ؂

اُس نے کہا۔ کہ میں ایک منٹ کے لئے بھی رہبانیت کا وعظ کرنا نہیں چاہتا۔ اشتراکیت سے زندگی کی وہ تمام خوشیاں اور طاقت حاصل ہونی چاہیئے۔ جو محبت کی زندگی کی تکمیل سے حاصل ہُوا کرتی ہیں۔ آجکل کے زمانے میں مزدوروں اور عورتوں کے اختلاط میں جو کثرت دیکھنے میں آتی ہے۔ میری رائے میں اُس سے زندگی کی خوشیاں اور طاقت حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ بخلاف اِس میں ان میں کمی ہو جاتی ہے۔ انقلاب کے زمانے میں یہ بات بہت بُری ہے۔ نہایت ہی بُری ہے ؂

نوجوانوں کو صحت بخش کھیلوں۔ تیرنے۔ سیر و سیاحت اور ہر قسم کی جسمانی تربیت کی اور دماغی مصروفیت۔ مطالعہ کتب۔ سائنٹیفک ریسرچ وغیرہ کی ضرورت ہے۔ مضبوط جسم ہی سے مضبوط دماغ بنتا ہے ہمیں نہ سنتوں کی ضرورت ہے۔ نہ ڈون جونز کی۔ اور نہ ہم جرمن فلسطینی بننا چاہتے ہیں ؂

اِن خراب میلانات سے جنگ کرنے کے لئے جن سے لینن پریشان رہتا تھا۔ مرد اور عورت کے حد سے زیادہ اختلاط اور سوزاک۔ آتشک وغیرہ امراض کے خطرات کے خلاف پرچار کرنے کے لئے خاص کوشش کی جا رہی ہے۔ کھیل کود اور جسمانی تربیت کی تحریک بھی چل رہی ہے۔ اور وہ بہت جلد پھیل گئی ہے۔ فاحشہ عورتوں کے انسداد کے لئے بھی زبردست کارروائی ہو رہی ہے۔ کہ پارٹی کا کوئی ممبر جو کسی فاحشہ عورت سے تعلق رکھتا ہو۔ پارٹی سے خارج کر دیا جائے گا۔

لیکن لیکچروں اور پرچار سے بڑھ کر اُمید ہے کہ زندگی کی نئی حالتیں لوگوں کو پرہیزگاری کا سبق دیں گی۔ اور زندگی کی دوسری مسرتوں کی طرف توجہ معطوف ہو رہی ہے۔ عیش اور کاہلی دولت مند جماعت میں ترقی کرتی ہے۔ جیسے کچھ کام کرنے کو نہیں ہوتا۔ اور یہی جماعت دوسروں کے لئے ایک نمونہ ہوتی ہے۔ اور فیشن رائج کرتی ہے۔ روس میں یہ جماعت باقی نہیں رہی۔ اور بہت کم لوگوں کو اس قدر فرصت ہوتی ہے۔ کہ اپنے کام اور دوسری مصروفیتوں کے علاوہ کسی اور بات کا خیال کریں۔

ماسکو میں ماؤں کی تربیت کے لئے دریا کے کنارے ایک بہت بڑا محل ہے۔ ماں اور بچّے کی صحت کے لئے جن جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ وہاں ان کی نمائش کی گئی ہے۔ بیماریوں اور اموات کے

خلاف جنگ کرنے کے لئے وہاں ریسرچ کا کام ہوتا ہے۔ اور ڈاکٹروں اور دائیوں اور نرسوں کو وہاں تربیت دیکر باہر بھیجا جاتا ہے۔ خوبصورت تصویریں اور پوسٹر دور دراز دیہات میں اپنا پیغام پہنچاتے ہیں۔ باپ کو سبق دیتے ہیں۔ کہ بچے کی ماں کے ساتھ کس طرح برتاؤ کرے۔ اور ماں کو تعلیم دیتے ہیں۔ کہ بچے کا رکھ رکھاؤ کس طرح کریں۔ اور مرد اور عورت دونوں کو سکھایا جاتا ہے۔ کہ گھر کو کیونکر صاف اور خوشنما اور بچوں کو تندرست رکھا جا سکتا ہے۔ ماں کو بتایا جاتا ہے۔ کہ بچے کو خود اپنی چھاتیوں سے دودھ پلائے۔ ایک پوسٹر میں دکھلایا گیا ہے۔ کہ ایک چھوٹا سا بچھڑا ایک انسانی بچے کو بوتل سے دودھ پیتے دیکھ کر طنز آمیز نظر سے دیکھتا ہے۔ اور پوچھتا ہے۔ کہ "تم میری ماں کا دودھ کیوں پیتے ہو"؟

سب ماؤں اور بچوں کا محکمہ ماؤں اور بچوں کے متعلق تمام کاموں کا انچارج ہے۔ اس محکمے نے دیہات کے اندر ہزارہا دایہ خانے جاری کر رکھے ہیں۔ ۱۹۲۶ء میں کسانوں نے اپنی انجمنوں کی معرفت ان دایہ خانوں کے لئے ½۶ لاکھ روبل دیئے تھے۔ ان دایہ خانوں کی تعداد بڑی سرعت کے ساتھ بڑھ رہی ہے۔ کیونکہ کسان لوگ ان کے فوائد کو سمجھنے لگے ہیں؛

لیکن سوویٹ یونین کا علاقہ بہت وسیع ہے۔ اس لئے یہ تمام ترقیاں اور تبدیلیاں ابھی سمندر میں قطرے کی مانند ہیں۔ اکثر مرد اور

عورتیں جیسے کہ ہر جگہ ہوتے ہیں۔ قدامت پسند ہیں ۔ اور نئے خیالات کو مشتبہ نظر سے دیکھتے ہیں۔ تاہم نئے انتظام نے پرانی سرزمین میں اپنا گہرا نقش بٹھا دیا ہے ۔ اور ترکستان اور یاکٹسک اور آذر بائجان میں جہاں ابھی تھوڑے دن ہوئے ۔عورتیں برقع پہنا کرتی تھیں ۔ اب جمہوریتوں کی کونسلوں میں وہ مردوں کے ساتھ برابر حیثیت سے بیٹھتی ہیں ؛

سولھواں باب

روس اور ہندوستان

میں نے ان مضامین میں آج کل کے روس کے بعض پہلوؤں کا ذکر کیا ہے۔ یہ تذکرہ میں نے سرسری طور پر اس وجہ سے کیا ہے۔ کہ مجھے رُوس کے متعلق خاص واقفیت رکھنے کا دعویٰ نہیں ہے۔ اور بہت سے دلچسپ معاملات پر میں نے بھی غور نہیں کیا۔ نہ میں نے سوویٹ یونین کی آئندہ حالتوں پر غور کیا ہے۔ کہ وہ اپنی زبردست اشتراکی نوعیت کو قایم رکھے گا۔ یا کہ رفتہ رفتہ وہاں کوئی ایسا انتظام حکومت قایم ہو جائے گا۔ جو اس کے ہمسایہ ممالک سے ہم آہنگی رکھتا ہو۔ انقلاب کے بعد ہی لینن نے لکھا تھا۔ کہ انقلاب کی نمایاں کامیابی یہ ہے۔ کہ روس اپنے نظامِ سیاسی کی بدولت چند مہینوں کے اندر ہی ترقی کناں ممالک کے ہمپایہ ہو گیا ہے۔ لیکن یہ کافی نہیں ہے۔ اس جدو جہد میں راضی نامے کا کوئی امکان نہیں ہے۔ یا تو اسے ناکامیابی حاصل ہوگی۔ یا روس اقتصادی پہلو سے بھی ترقی کناں ممالک کا ہم پلہ ہو جائے گا یا ان سے بھی آگے بڑھ جائے گا یا تو وہ پیچھے ہٹے گا یا پوری تیز رفتار کے ساتھ

آگے بڑھے گا۔ تاریخ کا یہی فتویٰ ہے"۔ بلاشبہ جد وجہد جاری ہے لیکن زبردست کمیونزم کا دور ختم ہو چکا ہے۔ اور ڈپلومیسی کے نرم طریقے روز افزوں استعمال میں آرہے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ کمیونسٹوں کی اِس خواہش کے باوجود کہ ملک میں صرف ایک ہی جماعت ہو۔ یونین کے اندر رفتہ رفتہ نئی جماعتیں بن رہی ہیں مستقبل میں خواہ کچھ ہو۔ لیکن آج یہ کہا جا سکتا۔ کہ باوجود جزوی تغیرات کے اِس کشمکش میں راضی نامے کا کوئی دخل نہیں ہے۔ جیسا کہ لینن نے کہا ہے۔ کہ روس یا تو پیچھے ہٹے گا۔ یا پوری تیزی کے ساتھ آگے بڑھے گا۔ بیچ کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ اور دس سال کے عرصے نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ رُوس پیچھے ہٹنے سے انکار کرتا ہے ؂

یہ چند سوالات ہیں۔ جو دنیا کے معاملات اور سیاسیات اور اقتصادیات اور تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں کے لئے نہایت دلچسپ ہیں۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب نے جو طاقتیں بیدار کی تھیں۔ وہ خود بخود ختم نہیں ہو گئیں بلکہ انہوں نے تاریخ بنائی ہے۔ اور وہ تاریخ بناتی رہیں گی۔ اور کوئی شخص ان کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔ اور ہم ہندوستانی لوگ تو ہرگز اُن سے بے اعتنائی کا برتاؤ نہیں کر سکتے۔ روس ہمارا ہمسایہ ہے اور بہت بڑا ہمسایہ جو نصف ایشیا اور نصف یورپ پر چھایا ہوا ہے۔ اور ایسے دو ہمسایوں کے درمیان یا تو دوستی ہو سکتی ہے۔ یا دشمنی۔ بے تعلقی ہرگز نہیں ہو سکتی ؂

ہم نے اُن روایات کے درمیان پرورش پائی ہے۔ جو انگلینڈ نے بڑی ہوشیاری سے رُوس کی مخالفت کی نسبت پھیلائی ہیں۔ سالہا سے دراز سے رُوسی حملے کے بھوت سے ہمیں ڈرایا جا رہا ہے۔ اور اُس کو ہمارے فوجی سازوسامان میں اخراجات کثیر کا بہانہ بنایا گیا ہے۔ زار کے زمانے میں ہم سے کہا جاتا تھا۔ کہ رُوس جنوب کی طرف روز بروز آگے بڑھتا آتا ہے۔ اور وہ سمندر میں نکلنے کے لئے کسی راستے کی تلاش میں ہے۔ اور شائد وہ ہندوستان میں آکودے۔ زار کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن انگلینڈ اور روس کے درمیان رقابت بدستور جاری ہے۔ اور اب ہم سے کہا جاتا ہے۔ کہ سوویٹ گورنمنٹ سے ہندوستان کو خطرہ ہے۔

یہ بات کہاں تک سچ ہے؟ اِس میں تو ذرا شک نہیں۔ کہ برطانیہ کی امپریل پالیسی اور سوویٹ کے مابین سخت دشمنی ہے۔ اور ایسی دشمنی کا نتیجہ اکثر جنگ ہوا کرتی ہے۔ اِس اعتبار سے فی الحقیقت جنگ کا خطرہ موجود ہے۔ لیکن کیا رُوس اِس جنگ کا خواہشمند ہے۔ یا کہ انگلینڈ لڑنا چاہتا ہے؟ حال ہی میں رُوس کو بین الاقوامی جنگ۔ خانہ جنگی۔ قحط اور ناکہ بندی کی مصیبتوں سے گزرنا پڑا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اپنی اقتصادی حالت کو مضبوط کرنے۔ اور اپنے انتظامات کی بنیاد کو مستحکم بنانے کے لئے وہ امن کا خواہشمند ہے۔ وہ بہت کچھ کامیابی حاصل کر چکا ہے۔ اور اپنے وسیع علاقوں کو امن پسندی کے ساتھ ترقی

دینے کے لئے پوری تیزی سے مصروفِ عمل ہے - جنگ خواہ اُس میں کامیابی ہو - اِس کام میں لازمی طور پر خلل انداز ہوگی - اور اس کے لئے انتظام کو مضبوط کرنے میں دیر لگائے گی - لہٰذا وہ جنگ کا خیر مقدم نہیں کرسکتا - اور چند گذشتہ سال میں ہم نے دیکھا ہے - کہ باوجود اشتعال دلائے جانے اور بے عزت کئے جانے کے اُس نے جنگ کرنے سے انکار کردیا ہے - چین میں کہا جاتا ہے - کہ انگلینڈ اور بعض دوسری طاقتوں کے ایما سے روسی سفارت گاہ پر چھاپہ مارا گیا - اور اُس کے سفیر کی سخت بے عزتی کی گئی - انگلینڈ میں آرکس کا چھاپہ عام حالتوں میں جنگ کے لئے کافی موقع مہیا کرتا تھا - اُس کے سفیروں کو بے رحمی سے گولیوں سے اڑا یا گیا - اور اُس کے سفارتی ایجنٹوں کو جیلوں میں ڈالا گیا - اور ذلیل کیا گیا - لیکن غصے اور ناراضی کو پی کر جنگ سے درگزر کرنے میں روس کامیاب رہا - زمانہ حال کی تاریخ کے ہر مطالعہ کرنے والے ہر شخص کو بخوبی معلوم ہے - کہ روس لڑائی کرنا نہیں چاہتا ہے ؛

بخلاف اِس کے انگلینڈ جنگ کے لئے تیاری کر رہا ہے - اور تخفیف اسلحہ یا لازمی ثالثی کی کسی تجویز کو بھی منظور نہیں کرتا - قوموں کی لیگ میں اِس نے ہمیشہ اِس قسم کی تجاویز کی علانیہ مخالفت کی ہے - وہ اس قسم کی کسی تجویز میں شامل ہو کر اپنی سلطنت کو خطرے میں نہیں

ڈالنا چاہتا ۔ اور اپنی امپریل پالیسی کو بدلنے پر رضامند نہیں ہے ۔ ابھی چند روز کا ذکر ہے ۔ کہ اُس نے اِس بات کا مزید ثبوت دیا ۔ کہ وہ اپنی سلطنت سے اپنی گرفت ڈھیلی نہ کرنے یا دُنیا کے امن کی خاطر اپنی زبردست امپریل پالیسی میں تبدیلی نہ کرنے کا عزم مصمم رکھتا ہے ۔ امریکہ کی اس تجویز پر کہ اسباب جنگ کو دُور کیا جائے ۔ انگلینڈ کی طرف سے نہائیت روکھا جواب دیا گیا تھا ۔ اگرچہ وہ جواب نہائیت عمدہ الفاظ میں لپٹا ہُوا تھا ۔ اُس نے لکھا ۔ کہ انگلینڈ امن کے متعلق ہر ایک تجویز منظور کرنے کو تیار ہے ۔ بشرطیکہ اُسے اپنی امپریل پالیسی اور الوالعزمیوں کے لئے جنگ کرنے کا حق حاصل رہے ۔ یہ عجیب قسم کی منظوری ہے ! برطانیہ نے جو مراسلہ امریکہ اِس معاملے میں لکھا تھا ۔ اس کے اصلی الفاظ یہ ہیں :-

" دُنیا کے بعض علاقے ایسے ہیں ۔ جن کی استقامت اور بہبودی ہمارے امن اور حفاظت کے مفاد کے لئے ضروری ہے ۔ پہلے بھی ہز میجسٹی کی گورنمنٹ نے یہ بات صاف طور پر ظاہر کر دی ہے کہ ان علاقوں میں دست اندازی برداشت نہیں کی جا سکتی ۔ اُن علاقوں کی حملوں سے حفاظت کرنا سلطنت برطانیہ کے لئے اپنی حفاظت کرنے کے مساوی ہے ۔ یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیئے ۔ کہ برطانیہ کی گورنمنٹ نے معاہدے کو اِس سمجھوتے کے ساتھ منظوری کرتی ہے ۔ کہ اس معاملے میں اس کی آزادی دیئے

عمل میں کوئی رکاوٹ نہ پڑنے پائے ۔"

صاف لفظوں میں اِس کا مطلب یہ ہے ۔ کہ برطانوی حکومت جب کبھی اور جہاں کہیں اُس کی مرضی ہو ۔ جنگ کرنے کے لئے مکمل آزادی برقرار رکھنا چاہتی ہے ۔ اور شائد یہ بات کافی نہیں تھی ۔ کہ برطانوی مراسلے میں ایک اور استثنا پیش کی گئی ۔ اُس میں درج ہے ۔ کہ یہ معاہدہ عالمگیر طور پر قابلِ عمل نہ سمجھا جائے "کیونکہ بعض ملک ایسے ہیں ۔ جن کی گورنمٹوں کو سب نے تسلیم نہیں کیا ہے ۔" مدرسے کا ہر ایک لڑکا جانتا ہے ۔ کہ دنیا میں وہ ملک جس کی گورنمنٹ کو ابھی تک تمام ملکوں نے تسلیم نہیں کیا ۔ وہ سوویٹِ روس ہے ۔ پس انگلینڈ نے بہت سی مستثنیات اور مخصوصیات کے ذریعے لڑائیوں کے خاتمے کے مجوزہ معاہدہ کے اثر کو زائل کرنے کے بعد روس کے خلاف جنگ کرنے کو مستثنیٰ قرار دیا ہے ۔ لیکن یہ حیرانی کی بات نہیں ہے ۔ یہ باتیں برٹش پالیسی کے عین مطابق ہیں ۔ اس پالیسی کی ساری بنیاد ہی یہ ہیں ۔ کہ میثاقوں اور اتحادوں کے ذریعے روس کے گرد گھیرا ڈال کر اُسے کچل دیا جائے ۔ انگلینڈ نے اس مقصد کے لئے مسلسل کوشش کی ہے ۔ اور قوموں کی لیگ کو اپنی پالیسی کا آلہ کار بنایا ہے ۔ معاہدۂ لوکارنو اسی پالیسی کا نتیجہ تھا ۔ اور انگلینڈ کی طرف سے جرمنی کے ساتھ کبھی کبھی دوستانہ رویہ اختیار کرنے کا مقصد بھی یہی ہے ۔ کہ روس کو بالکل ہی تنہا چھوڑ دیا جائے ۔

برطانوی محکمہ خارجیہ کا مشہور افسر انگورحال کی ایک تصنیف میں صاف

طور پر لکھتا ہے۔ کہ لیگ آف نیشن کی ترقی اور معاہدہ لوکارنو کی سپرٹ سب بالشوزم کو کچلنے کی علامت ہے۔ وہ لکھتا ہے۔ کہ موجودہ برطانوی گورنمنٹ کی پالیسی نے متحدہ یورپ کی دیوار سوویٹ یونین کے خلاف کھڑی کی ہے"

پس سرکاری تقریروں اور برطانوی مدبروں کی پالیسی سے یہ بات صاف عیاں ہے۔ کہ وہ روس کے خلاف جنگ کرنے کی تہ دِل سے خواہش رکھتے ہیں۔ اور اُس کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور کُھلی جنگ کرنے کے لئے کسی مناسب موقع کے منتظر ہیں۔ بہت سے دوسرے بڑے بڑے سرمایہ دار ملک بھی سوشل اصولوں اور سوویٹ روس کی کارروائیوں کے ایسے ہی مخالف ہیں۔ لیکن وہ اِس کے خلاف ایسا سخت سیاسی عناد نہیں رکھتے۔ صرف موجودہ برطانوی گورنمنٹ ہی روس کو گھیر کر کچلنا چاہتی ہے۔ یہ بات بھی صاف عیاں ہے۔ کہ رُوس جنگ سے پہلو تہی کرنا چاہتا ہے۔ لیکن خطرات کا خیال کرکے وہ اُس کے لئے تیاری کر رہا ہے۔ کیونکہ بے شمار قربانیوں اور کوششوں سے جو آزادی اس نے حاصل کی ہے۔ وہ اُسے آسانی سے گنوانا گوارا نہیں کر سکتا ۔

یہ بات بعید از قیاس ہے۔ کہ روس اپنی موجودہ حالتوں میں عرصہ دراز تک ہندوستان پر چڑھائی کرنے کا خیال کرے گا۔ وہ کوئی مزید علاقہ فتح کرنا نہیں چاہتا۔ اور اگر وہ چاہے بھی تو اس میں جوکھوں بہت زیادہ ہے وہ ایک زراعتی ملک ہے۔ اور اپنی صنعتوں کو ترقی دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ جن کے لئے اُسے سرمایہ اور ماہرانِ فن کی ضرورت ہے۔ اور

اُسے یہ دونوں چیزیں ہندوستان سے نہیں مل سکتیں۔ وہ خام مصالح کثرت سے پیدا کرتا ہے۔ نہ کہ درآمد کے لئے صنعتی چیزیں۔ اور یہی حال ہندوستان کا ہے۔ آج کل دونوں ملکوں کی بالکل یکساں حالت ہے۔ اس لئے وہ ایک دوسرے کو لوٹ گھسوٹ کا لالچ نہیں کر سکتے۔ اور ہندوستان پر حملہ کرنے کے لئے روس کا کوئی اقتصادی مقصد نہیں ہو سکتا؛

عام طور پر روس اور ہندوستان کو دو اچھے ہمسایوں کی طرح رہنا چاہیئے۔ جن کے مابین کوئی تنازعہ نہیں ہے۔ یورپ میں جو جھگڑا ہمیں نظر آتا ہے۔ وہ انگلینڈ اور روس کے مابین ہے۔ نہ کہ ہندوستان اور روس کے درمیان۔ کیا وجہ ہے کہ ہم ہندوستانی لوگ اُس رقابت کے وارث بنیں۔ جو کہ عرصہ دراز سے انگلینڈ اور روس کے درمیان چلی آتی ہے؟ اور جس کی بنیاد برطانوی امپریلزم کی حرص و آز پر ہے۔ ہمارا فائدہ یقیناً اس بات میں ہے۔ کہ اِس امپریلزم کا خاتمہ ہو۔ نہ کہ اُس کو مضبوط کرنے اور اُس کی تائید کرنے میں؛

کئی نسلوں سے ہندوستانیوں سے کہا جا رہا ہے۔ کہ وہ روس سے خوف کریں۔ اور اِس خوف کو عمل میں لانا شائد آج کل کسی قدر دشوار ہے۔ لیکن اگر ہم واقعات کو اصلی رنگ میں دیکھیں۔ تو ہم صرف ایک ہی نتیجے پر پہنچیں گے۔ کہ ہندوستان کو رُوس سے خوف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے اور اُس نتیجے پر پہنچنے کے بعد ہمیں یہ بات کھول کر کہہ دینی چاہیئے۔

کہ انگلینڈ کے امپریل کھیل میں ہم آلۂ کار نہ بنیں گے اور اُس کے فائدے کے لئے ناچ نہیں ناچیں گے۔ اور ہمیں اس بات کا مسلسل طور پر مدراس کانگرس کے ریزولیوشن کے الفاظ میں اعلان کرتے رہنا چاہیئے۔" اگر برطانوی گورنمنٹ کوئی جنگ شروع کرے اور اپنی امپریلیسٹ اغراض کو ترقی دینے کی خاطر ہندوستان کو اس میں پھنسانا چاہیئے۔ تو باشندگان ہند کا یہ فرض ہوگا۔ کہ اس قسم کی جنگ میں کوئی حِصّہ نہ لیں۔ اور اُس میں اُس کے ساتھ کسی پہلو میں بھی تعاون نہ کریں۔" اور اگر یہ اعلان زور کے ساتھ بار بار کیا گیا۔ تو ممکن ہے۔ کہ انگلینڈ یہ جنگ چھیڑنے میں تامل کرے۔ اور ہندوستان اور ساری دُنیا ایک اور جنگ عظیم ہولناکیوں سے محفوظ رہے ؁

تمام شُد